إن الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ أن یبعثک ربک مقاماً محموداً

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

ٹیلیفون نمبر ۹۱

الفضل قادیان

خطبہ نمبر

روزنامہ

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN

ایڈیٹر: غلام نبی — قیمت ایک آنہ

نمبر ۱۲۹	مطابق ۵ جون ۱۹۳۷ء	یوم شنبہ	۲۴ ربیع الاوّل ۱۳۵۶ھ	جلد ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

امام کا مقام یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ اطاعت کرے

افرادِ جماعت کو خود بخود اُن باتوں میں دخل نہیں دینا چاہئیے جن کا اثر ساری جماعت پر پڑتا ہو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:- غالباً دو جمعے گزرے ہیں۔ کہ میں نے

ایک خطبہ

اپنے سفر کے دوران میں پڑھا تھا۔ اور ہدایت کی تھی۔ کہ اُسے فوراً "الفضل" میں چھپنے کے لئے بھجوا دیا جائے۔ کیونکہ وہ خطبہ

موجودہ فتنوں کے متعلق

تھا۔ اور گو وہ پڑھا سفر میں گیا تھا۔ اور جو لوگ اس وقت سامنے بیٹھے تھے ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی تھی۔ جو قادیان میں نہیں رہتے تھے۔ مگر اس خطبہ کے پہلے مخاطب

قادیان میں رہنے والے لوگ

ہی تھے۔ اور میں چاہتا تھا۔ کہ جس قدر جلد ہو سکے۔ اُسے قادیان میں رہنے والے لوگوں تک پہونچا دیا جائے تاکہ کم سے کم خدا تعالیٰ کے سامنے میں بری الذمہ ہو سکوں۔ اور کہہ سکوں کہ میں نے ان کے سامنے

ہدایت اور راستی

پیش کر دی تھی۔ اگر باوجود میرے ہدایت پیش کر دینے کے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ تو اس کی ذمہ واری مجھ پر نہیں۔ ان پر ہے۔

میں آج پھر اُسی مضمون کے متعلق آپ لوگوں سے کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ اور نہ صرف آپ لوگوں سے بلکہ

باہر کی جماعتوں سے

بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات سے بری الذمہ ہوتا ہوں۔ کہ میں نے وہ صداقت آپ لوگوں تک پہونچا دی ہے۔ جو میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کا منشاء اور قرآنی تعلیم ہے۔

میں نے اُس خطبہ میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں۔ اُن پر کچھ ذمہ واریاں عائد ہوتی ہیں۔ اور کچھ

شرائط کی پابندی

کرنی ان کے لئے لازمی ہوتی ہے جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے۔

اور سلسلہ کے متعلق میں نے کہا تھا۔ کہ ان شرائط اور ذمہ واریوں میں سے

ایک اہم شرط اور ذمہ واری

یہ ہے۔ کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے۔ اور اس کی اطاعت کا اقرار کر چکے ہیں۔ تو پھر انہیں امام کے مونہہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہیئے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہیئے اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ جن کے نتائج ساری جماعت پر آ کر پڑتے ہوں۔ کیونکہ پھر

امام کی ضرورت اور حاجت

ہی نہیں رہتی۔ اگر ایک شخص اپنے طور پر دوسری قوموں سے لڑائی مول لے لیتا ہے۔ اور ایسا فتنہ یا جوش پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ساری جماعت مجبور ہو جاتی ہے۔ کہ اس لڑائی میں شامل ہو۔ تو اس کے متعلق یہی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ

اس نے امام اور خلیفہ کے منصب کو چھین لیا

اور خود امام اور خلیفہ بن بیٹھا۔ اور وہ فیصلہ جس کا اجرا خلیفہ اور امام کے ہاتھوں ہونا چاہیئے تھا۔ خود ہی صادر کر دیا۔ اگر ہر شخص کو یہ اجازت ہو تو تم ہی بتاؤ۔ پھر امن کہاں رہ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں

جماعت کے نظام کی مثال

اس ٹین کی سی ہوگی۔ جو کتے کی دم سے باندھ دیا جاتا ہے۔ اور جدھر جاتا ہے ساتھ ساتھ ٹین بھی حرکت کرتا جاتا ہے۔

امام کا مقام

تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے دوستوں نے باوجود بیعت کر لینے کے ابھی تک بیعت کا مفہوم نہیں سمجھا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اس کی بہت بڑی ذمہ واری

جماعت کے علماء

پر ہے۔ وہ خلافت اور اس کی اہمیت پر تقریریں کرنے سے ساکت رہتے ہیں۔ اور ان کے لیکچر ہمیشہ اور اور مضامین پر ہوتے ہیں۔ اس امر کے متعلق بہت ہی کم دلائل قرآن مجید یا احادیث یا عقل سے دیئے جائیں گے کہ

خلافت سے وابستگی کتنی اہم چیز ہے

وہ سمجھتے ہیں شائد لوگ ان مسائل کو جانتے ہی ہیں۔ اس لئے ان مسائل پر زور دینے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ یہی وہ خیال تھا۔ جس نے پہلے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ گزشتہ علماء نے خیال کر لیا۔ کہ توحید پر زور دینے کی کیا ضرورت ہے۔ بھلا کوئی مسلمان ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جو توحید کو نہ مانے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ توحید ان کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ

رسالت پر ایمان لانیکی اہمیت

واضح کرنے کی کیا حاجت ہے۔ یہ تو ایک صاف اور واضح مسئلہ ہے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ رسالت پر ایمان بھی جاتا رہا۔ انہوں نے خیال کر لیا۔ تنظام کی ضرورت پر زور دینے کی کیا ضرورت ہے۔ سب کو معلوم ہی ہے۔ کہ تنظام میں سب برکت ہے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کا تنظام بھی ٹوٹ گیا۔ انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ

نماز اور روزہ کی تاکید

کرنے کی بار بار کیا ضرورت ہے سب لوگ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ نمازوں میں بھی سستی آگئی۔ اور روزے بھی ہاتھ سے جاتے رہے۔ اسی طرح انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ حج کا مسئلہ بھی کوئی ایسا مسئلہ ہے۔ جس سے کوئی ناواقف ہو۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ

حج کے مسائل

بھی لوگوں کے ذہن سے اتر گئے۔ اور استطاعت کے باوجود انہوں نے حج کرنا چھوڑ دیا۔ تو جب کسی قوم کے علماء یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ فلاں فلاں مسائل لوگ جانتے ہی ہیں۔ اس قوم میں آہستہ آہستہ ان مسائل سے ناواقفیت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اور آخر اس نیکی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں پس میں سمجھتا ہوں۔ ایک حد تک اس کی ذمہ واری جماعت کے علماء پر ہے لیکن ایک حد تک اس کی ذمہ واری

جماعت کے افراد

پر بھی ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے یہ مسائل بالکل تازہ ہیں۔ اور وہ خلافت کی اہمیت سے پورے طور پر آگاہ کئے جا چکے ہیں۔ اور گو آج اس پر بحثیں نہیں ہوتیں۔ مگر

آج سے بیس سال پہلے

اس پر خوب بحثیں ہو چکی ہیں۔ اور خود جماعت کے افراد اس میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ پھر آج وہ ان مسائل کو کیوں بھول گئے۔ میں نے اس امر کی طرف توجہ ان واقعات کی وجہ سے دلائی تھی۔ جو قادیان میں حال ہی میں ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ

فتنہ و فساد کی نیت

سے کوئی بات چھیڑ دیتے ہیں۔ اور ہماری جماعت کے دوست فوراً اس کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں۔ اور وہ یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ دشمن کی تو غرض ہی یہ تھی۔ کہ وہ کوئی فتنہ و فساد پیدا کرے۔ اور انہیں زیر الزام لائے ان کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جس کا دشمن اس کے لئے گڑھا کھودتا اور اس پر گھانس پھونس ڈال دیتا ہے اور وہ اپنی بے وقوفی سے گھانس پر پاؤں رکھتا۔ اور گڑھے میں جا پڑتا ہے بلکہ میں کہتا ہوں خیالی مثال کی کیا ضرورت ہے۔

شیر کے شکاریوں کی مثال

لے لو۔ جو پہلے زمانہ میں شیر کا شکار اس طرح کرتے تھے۔ کہ گھانس کے نیچے بانس کی کھپچیوں کے اوپر خاص طور پر سرِش تیار کر کے چپکا دیتے۔ اور

گھاس پر بکرا

باندھ دیتے۔ شیر خیال کرتا کہ بکرا میرا شکار ہے۔ اور وہ اس پر حملہ کر دیتا۔ لیکن جب بکرے کے پاس پہونچتا تو کھپچیوں میں لپٹ جاتا۔ اسی طرح دشمن بعض دفعہ ایسی حرکات کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ اپنے مخالف کو بلاتا ہے۔ کہ آؤ اور مجھ پر حملہ کرو۔

عقلمند آدمی

موقعہ کو خوب سمجھتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے۔ کہ حملے کا کونسا موقعہ ہے۔ لیکن نادان آدمی ان باتوں کو نہیں سمجھتا۔ وہ حملہ کر دیتا اور کھپچیوں میں پھنس جاتا ہے۔ پھر شور مچاتا ہے کہ آؤ آؤ اور مجھے اس مصیبت سے بچاؤ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی آواز سن کر دو چار آدمی اور دشمن پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اور وہ بھی انہی کھپچیوں میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ معاملہ بڑھتا جاتا ہے۔

انگریزوں میں ایک کہانی

مشہور ہے۔ جو اسی قسم کے فتنوں پر چسپاں ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کسی کے پاس کوئی بطخ تھی۔ جب وہ کسی شخص پر ناراض ہوتا تو کسی طرح اس کا ہاتھ بطخ کو لگوا دیتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اس بطخ سے اس کا ہاتھ چمٹ جاتا۔ اور وہ چھوٹ نہ سکتا۔ یہ دیکھ کر اس کے

دوست اور رشتہ دار

اسے چھڑانے کے لئے آتے۔ اور جو بھی بطخ پر ہاتھ ڈالتا۔ اس کے ساتھ چمٹتا جاتا۔ یہی حال ایسی لڑائی کا ہوتا ہے۔ جب ایک شخص لڑائی میں شامل ہوتا۔ اور

دشمن کی گرفت

میں آجاتا ہے۔ تو شکوہ کرتا اور شور مچانے لگ جاتا ہے۔ کہ میں جماعت کا ممبر ہوں۔ میری مدد کیوں نہیں کیجاتی۔ میرے ساتھ ہمدردی اور محبت کا سلوک

کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس شخص کو جواب تو یہ ملنا چاہیئے۔ کہ

تمہارے ساتھ ہمدردی کیا کی جائے

تم نے نظام کو توڑا۔ اور سلسلہ کی ہتک کی۔ لڑائی کرنا امام کا کام تھا۔ تمہارا کام نہیں تھا۔ لیکن اس کی آواز سُن کر کئی رحم دل یا یوں کہو۔ کہ کمزور دل کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ آؤ۔ اس کی مدد کریں۔ چنانچہ وُہ اس کی مدد کے لئے اس کے پیچھے جاتے ہیں۔ اور وُہی لڑائی جو پہلے ایک شخص کی تھی۔ اب

بیس آدمیوں کی لڑائی

بن جاتی ہے۔ اور پھر ایک کی بجائے بیس آوازیں اُٹھنی شروع ہو جاتی ہیں کہ آنا۔ آنا۔ بچانا۔ بچانا۔ اس پر وہ لوگ بھی جو پہلے اس خیال سے خاموش ہوتے ہیں۔ کہ یہ

انفرادی فعل

ہے۔ اس میں ہمیں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ جوش سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اب ایک کا سوال نہیں۔ بیس کا سوال ہے۔ اور وُہ بھی لڑائی میں شامل ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اب لڑائی میں چالیس آدمی شامل ہو جاتے ہیں۔ پھر وُہ چالیس اپنے ساتھ اوروں کو ملاتے۔ اور ساٹھ بن جاتے ہیں۔ ساٹھ ایک سو بیس کی کشش کا موجب بنتے ہیں۔ اور ایک سو بیس کے شور مچانے پر دو سو چالیس کی تعداد ہو جاتی ہے۔ یہ دو سو چالیس پھر چار سو اسی ہو جاتے ہیں۔ جو بڑھکر

نو سو ساٹھ کی شکل

اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک۔ کہ رفتہ رفتہ ساری جماعت ایک معمولی وجہ سے ایسی لڑائی میں شامل ہو جاتی ہے جس کا کوئی بھی نتیجہ نہیں ہوتا۔ اور دشمن دل میں ہنستا ہے۔ کہ جو میری غرض تھی وُہ پوری ہو گئی۔

ایک مشہور واقعہ پنجاب کے ایک رئیس کا ہے۔ جو اس مقام پر خوب چسپاں ہوتا ہے۔

پنجاب کے ایک مشہور راجہ

گزرے ہیں۔ جن کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ اُن کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی ان کے دربار میں دو پارٹیاں تھیں ایک وزیرِ اعظم کی اور ایک اور وزیر کی۔ اور یہ دونوں پارٹیاں روزانہ آپس میں لڑتیں۔ اور راجہ کے پاس شکائتیں ہوتیں۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کے خلاف شکایت کرتی۔ اور دوسری پہلی کے خلاف راجہ کے کان بھرتی۔ اور ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی۔ کہ راجہ صاحب ہمارے ساتھ مل جائیں۔ اور دوسری پارٹی پر ناراض ہو جائیں۔ اس لڑائی نے ترقی کرتے کرتے سخت بھیانک شکل اختیار کر لی۔ ایک دن ایک پارٹی نے تجویز کی۔ کہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جس سے

مخالف پارٹی کو بالکل کچل دیا جائے

چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ فیصلہ ہوا۔ کہ ایک رانی کو اپنے ساتھ ملایا جائے۔ اور یہ مشہور کر دیا جائے۔ کہ اُس کے ہاں اولاد ہونے والی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک رانی کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اسے کہدیا۔ کہ عین وقت پر ہم تمہیں ایک بچہ لا کر دے دیں گے۔ اس سے راجہ کی نگاہ میں تمہاری عزت بھی قائم ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد گدی پر بیٹھنے کا بھی وُہی حقدار ہو گا۔ جب یہ خبر عام لوگوں میں مشہور ہو گئی۔ تو دوسرے فریق نے

راجہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے

کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ مہارانی حاملہ نہیں۔ بلکہ شرارت سے مخالف پارٹی نے اسے حاملہ مشہور کر دیا ہے۔ اب مہاراجہ صاحب نے بیوی کی نگرانی شروع کر دی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد انہیں پتہ لگا۔ کہ یہ محض فریب کیا جا رہا ہے۔ رانی حاملہ نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے گورنمنٹ کے پاس اس امر کے متعلق کوشش شروع کر دی۔ کہ جس بچہ کے متعلق مشہور کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ پیدا ہونے والا ہے۔ وہ میرا نہیں ہو گا۔ اور نہ

تخت کا وارث

ہو گا۔ یہ بات دوسرے فریق پر بھی کھل گئی۔ اور انہوں نے مشورہ کیا۔ کہ اب کوئی ایسی چال چلنی چاہیئے۔ جس کے نتیجہ میں ہماری سکیم فیل نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے مختلف لوگوں سے گورنمنٹ کے پاس چٹھیاں لکھوانی شروع کر دیں کہ کہ مہاراجہ صاحب پاگل ہو گئے ہیں۔ اور وُہ گدی کا انتظام نہیں کر سکتے۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑتے اور جوش میں آکر گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ اور ان کا غصہ حدِ اعتدال سے بالکل باہر نکل گیا ہے۔ مہاراجہ بیچارے کو پتہ بھی نہیں اور

گورنمنٹ کے پاس شکائتیں

ہو رہی ہیں۔ کہ مہاراجہ صاحب پاگل ہو گئے ہیں۔ پہلے چھوٹوں کی طرف سے گورنمنٹ کو لکھا گیا۔ پھر بڑے بڑے افسروں کی طرف سے اور پھر اُن سے بھی بڑے عہدہ داروں کی طرف سے۔ جب شکایتوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ اور بڑے بڑے افسروں نے خود مل کر بھی گورنمنٹ کے پاس شکایت کرنی شروع کر دی۔ تو گورنمنٹ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ

تحقیقات کرنی چاہیئے

چنانچہ اس نے مخفی طور پر کمشنر کو بھجوایا۔ کہ وُہ مہاراجہ سے باتیں کر کے رپورٹ کرے۔ کہ یہ شکائتیں کس حد تک صحیح ہیں اور یہ بھی کہہ دیا۔ کہ ڈاکٹر کو بھی ساتھ لیتے جاؤ۔ اور باتوں باتوں میں اندازہ کر کے رپورٹ کرو کہ ان شکایتوں میں کس حد تک معقولیت ہے۔ فریق مخالف جس نے شکایت کی تھی۔ وُہ چونکہ ہر تدبیر سے اپنی بات کو منوانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے

سرکاری دفاتر

میں بھی بعض آدمی خریدے ہوئے تھے۔ جس وقت کمشنر صاحب تحقیقات کے لئے جانے لگے۔ اُن سرکاری آدمیوں نے اطلاع کر دی۔ کہ کمشنر صاحب آ رہے ہیں۔ چنانچہ جونہی انہوں نے سمجھا۔ کہ اب کمشنر صاحب کے آنے کا وقت بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ اور ایک آدھ منٹ میں ہی وُہ دربار میں داخل ہو جائیں گے۔ انہوں نے ایک

چوری جھلنے والے کو اشارہ

کر دیا جسے انہوں نے پہلے سے اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا۔ اور اُس نے جھک کر مہاراجہ کے کان میں دو تین گالیاں ماں اور بہن کی دے دیں۔ اب تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ مہاراجہ تخت پر بیٹھا ہوا ہو۔ دربار لگا ہوا ہو۔ اور چوری جھلنے والا مہاراجہ کو اس کے کان میں ماں کی گالیاں دیدے تو اس کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے۔ مہاراجہ جوش سے اُٹھا۔ اور اُس نے بے تحاشا اُسے مارنا شروع کر دیا۔ اب غصہ سے اس کے

مونہہ سے جھاگ

نکل رہی تھی۔ اور وُہ اسے ٹھڈے پر ٹھڈے مارتا چلا جا رہا تھا۔ کہ اتنے میں کمشنر صاحب اندر داخل ہو گئے۔ اور وُہ پارٹی کی پارٹی کھڑی ہو کر کہنے لگی حضور روز ساڈے نال اسے طرح ہوندا ہے۔ یعنی حضور ہمارے ساتھ روزانہ یہی سلوک ہوتا ہے۔

کمشنر کی رپورٹ

پر گورنمنٹ نے فیصلہ کیا۔ کہ مہاراجہ واقعہ میں حواس باختہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مہاراجہ صاحب کے اختیارات محدود کر دیئے گئے۔ اور وُہ لڑکا جسے رانی نے گود ڈال لیا تھا۔ اور جو ایک ملازم سرکار کا لڑکا تھا۔ جسے بعد میں جج بنا دیا گیا۔ جوان ہو کر گدی پر بٹھایا گیا۔ اور خوش قسمتی سے

نہایت شریف اور کامیاب راجہ

ثابت ہو رہا ہے۔

تو بعض دفعہ دشمن اس قسم کی چالاکی بھی کرتا ہے۔ سمجھنے والے تو بچ جاتے ہیں۔ لیکن جو اندھا دھند کام کرنے والے ہوں۔ وُہ پھنس جاتے اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام نے حکم دیا۔ کہ

الامام جُنّة یقاتل من ورائه

کہ امام کو ہم نے تمہارے لئے ڈھال

کے طور پر بنایا ہے۔ اگر اس کے پیچھے ہو کر لڑو گے تو زخموں سے بچ جاؤ گے لیکن اگر آگے ہو کر حملہ کرو گے۔ تو مارے جاؤ گے۔ کیونکہ وہ خوب سمجھتا ہے۔ کہ کیا حالات ہیں۔ کس وقت

اعلانِ جنگ

ہونا چاہیئے۔ اور کس وقت دشمن کے فریب سے بچنا چاہیئے۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں انسان تفصیل سے بیان نہیں کرسکتا۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بھی بعض دفعہ لوگ آتے۔ اور گھنٹوں آپ سے مخفی باتیں کرتے قرآن کریم میں اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ ھو اذن کہ منافق کہتے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کان ہی کان ہیں۔ ہر وقت لوگ آتے۔ اور انہیں رپورٹیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی

کئی مخفی باتوں کا علم

ہوا کرتا تھا۔ بیسیوں دفعہ ایسا ہوا۔ کہ آپ فرماتے میرے پاس رپورٹ آئی ہے۔ آج فلاں جگہ یہ کام ہو رہا ہے۔ تو امام کو وہ معلومات ہوتی ہیں جو اور لوگوں کو نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ جانتا ہے۔ کہ فلاں کام جو ہو رہا ہے وہ کیوں ہو رہا ہے۔ اور کس طرح ہو رہا ہے۔ اور اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جماعت سے اسی وقت لڑائی کرائی جائے۔ جب لڑائی کا کوئی فائدہ ہو۔ ورنہ یہ تو نہیں۔ کہ لڑائی کرنے میں تم مجھ سے زیادہ بہادر ہو۔ پچھلے دو سال میں میں نے ایک ہی وقت میں

گورنمنٹ سے اور دوسری مخالف اقوام سے لڑائی لڑی

ہے یا نہیں۔ تم میں سے کئی لوگ تھے۔ جو اس وقت کہتے تھے۔ کہ ہمیں کس مصیبت میں پھنسا دیا۔ مگر میں جانتا تھا۔ کہ وہ وقت لڑنے کا تھا۔ پس ہم لڑے۔ اور خدا تعالے کے فضل سے ہم نے فتح پائی۔ لیکن اب جماعت کو

ایک ایسے فتنہ میں مبتلا کیا جا رہا ہے جسے میں سمجھتا ہوں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کو دکھا دیں۔ کہ

ہم مظلوم اور ہمارا دشمن ظالم

ہے۔ اور شرارت کی تمام تر ذمہ واری ہمارے دشمن پر ہے۔ ہم پر نہیں۔ پس جبکہ ہم کو معلوم ہے۔ کہ اس لڑائی کی وجہ لڑائی نہیں بلکہ یہ ہے۔ کہ ہم نے پچھلے دنوں جو حکومت پر ثابت کر دیا تھا۔ کہ ہم ظالم نہیں بلکہ مظلوم ہیں۔ اور ہمارا دشمن مظلوم نہیں بلکہ ظالم ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس خیال کو مٹایا جائے۔ اور بعض اور ذرائع سے اپنی مظلومیت حکومت پر ظاہر کریں۔ اگر تم ذرا بھی سوچ سمجھ سے کام لو۔ تو یہ موٹی بات تو تمہیں بھی نظر آسکتی ہے۔ کہ قادیان میں بلاوجہ فتنے مختلف شکلیں بدلتے رہتے ہیں۔ ایک وقت

مسلمانوں کی طرف سے شور

مچایا جاتا ہے۔ اور پھر یک دم اسمیں تغیر آجاتا۔ اور پولیس کی طرف سے شور اٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر یک دم یہ حالت بھی بدل جاتی ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہماری لڑائی نہ مسلمانوں سے ہے نہ پولیس سے بلکہ سکھوں سے ہے۔ پھر سکھوں سے لڑتے لڑتے یک دم تغیر آتا ہے۔ اور سکھ تو بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور ہندو شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ان لڑائیوں میں سے

کسی لڑائی کے پیدا کرنے

میں بھی ہمارا دخل نہیں ہوتا۔ جس وقت مسلمان شور مچا رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت کوئی ایسی حرکت ہم نے نہیں کی ہوتی۔ جو پندرہ بیس سال پہلے ہم نے نہ کی ہو۔ گویا

کوئی تازہ حرکت

ایسی نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے ہم سمجھیں کہ ان کا شور مچانا حق بجانب ہے۔ اسی طرح جب پولیس کی طرف سے شور مچایا جاتا ہے۔ تو ہماری کوئی ایسی حرکت نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے وہ اشتعال میں آتے۔ پھر جب سکھ اور ہندو شور

مچاتے ہیں۔ اس وقت بھی کوئی ایسا نیا فعل ہم سے صادر نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے سمجھا جائے۔ کہ ان کا شور اور فتنہ وفساد کسی بنیاد پر ہے۔ پس کیا اس

محاذ کی تبدیلی

سے تمہاری سمجھ میں اتنی موٹی بات بھی نہیں آتی۔ کہ یہ کسی سازش اور چالاکی کا نتیجہ ہے۔ اگر تم بات کی گہرائی تک نہیں پہونچ سکتے۔ اور نہ تمہیں وسیع علم ہے۔ اور نہ

وسیع معلومات کے ذرائع

تمہیں حاصل ہیں۔ تو کم سے کم اتنی بات تو تمہیں سمجھ لینی چاہیئے تھی۔ کہ کیوں بلاوجہ ایک وقت مسلمانوں کو جوش آتا ہے۔ تو دوسرے وقت پولیس والوں کو۔ کبھی سکھوں کو جوش آجاتا ہے تو کبھی ہندوؤں کو۔ کم سے کم اتنی موٹی بات تمہیں سمجھ لینی چاہیئے تھی۔ کہ یہ تغیرات جو پیدا ہوئے۔ ان کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا۔ ورنہ بلاسبب تو یہ ہو نہیں سکتے۔ اور جب یہ بلاسبب نہیں ہو سکتے۔ اور تمہیں ان کا سبب معلوم نہیں تو تم کیوں

اندھیرے میں چھلانگ

لگاتے۔ اور سلسلہ کی بدنامی اور ہتک کا موجب بنتے ہو۔ یہ معاملات ان لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ جو ان تغیرات کا سبب جانتے اور اسکی وجہ کو خوب پہچانتے ہیں۔ وہ جب دیکھیں گے۔ کہ سلسلہ کی عزت لڑائی کرنے میں ہے۔ تو اس وقت وہ بغیر کسی قسم کے خطرہ کے لڑائی کریں گے۔ اور اس وقت تم میں سے وہ لوگ جو اس وقت بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے اور کہتے ہیں ہم صبر نہیں کر سکتے۔ ہم دشمن سے لڑیں گے اور مر جائیں گے۔ وہ

لڑائی کرنے سے انکار

کردینگے۔ اور کہیں گے ہم ہلاکت کے مونہہ میں اپنے آپ کو نہیں ڈال سکتے گویا جس وقت ہم کہتے ہیں ہمیں صلح رکھنی چاہیئے۔ اور بلاوجہ دشمن سے

لڑائی نہیں لڑنی چاہیئے۔ اس وقت وہ

بزدل اور منافق

جو اگر لڑائی ہو تو سب سے پہلے میدانِ جنگ سے بھاگ نکلیں کہتے ہیں ہم بے غیرت نہیں۔ ہم دشمن سے ضرور لڑیں گے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں اب کسی نے لڑنا نہیں۔ اور جب لڑائی ضروری ہو جائے تو کہہ دیتے ہیں صلح رکھنی چاہیئے۔ آپس کے تعلقات کو خراب کر لینے سے کیا فائدہ۔

آخر کیا تم خیال کرتے ہو کہ ایک شخص کے ہاتھ پر تم بیعت کرتے ہو۔ اور پھر یہ سمجھتے ہو کہ اس کے دل میں سلسلہ کے متعلق اتنی بھی غیرت نہیں۔ جتنی تمہارے دلوں میں ہے۔ حالانکہ اس نے اپنی

غیرت کا عملی ثبوت

بھی تمہارے سامنے پیش کیا ہوا ہے میں ہمیشہ اس بات پر حیران ہوتا ہوں کہ جماعت کا بیشتر حصہ سچے مخلصوں اور باتیں بنانے والوں میں فرق کیوں نہیں کرتا۔ گزشتہ دو سال میں تم نے دیکھ لیا۔ کہ وہ لوگ جو

بڑھ بڑھ کر باتیں کرنیوالے

تھے۔ جب ان پر مقدمے ہوئے۔ تو انہوں نے کیسی بزدلی اور دون ہمتی دکھائی۔ جماعت کا ان مقدموں اور سیاسی شرارتوں کے مقابلہ کے لئے تیس چالیس ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ ہماری حرکات سے اگر

سلسلہ کے لئے مشکلات

پیش آئیں گی۔ اور سلسلہ کا روپیہ خرچ ہوگا۔ تو اس کا کون ذمہ وار ہوگا۔ اور پھر جب بعض حالات میں مقدمات چلائے گئے۔ تو کیوں یہ لوگ گھبرا گھبرا کر

اچھے سے اچھے وکیلوں اور اچھے سے اچھے سامانوں کے طالب

ہوئے۔ جن لوگوں کے افعال کی وجہ سے یہ صورت حالات پیدا ہوئی تھی۔ انہیں چاہیئے تھا کہ

یا وُہ خود مقدمہ چلاتے۔ یا کانگرس والوں کی طرح ڈیفنس پیش کرنے سے انکار کر دیتے۔ اور قید ہو جاتے۔ مگر انہیں شرم نہیں آتی۔ کہ کہتے تو وُہ یہ تھے۔ کہ ہم سلسلہ کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ مگر جماعت کا پندرہ بیس ہزار روپیہ انہوں نے مقدمات پر خرچ کرا دیا۔ اور پھر بھی وُہ مخلص کے مخلص بنے ہُوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے

کھاتوں اور صرف خرچ کے بل

جا کر دیکھو۔ تو تم کو تعجب ہوگا۔ کہ یہ کیا ہُوا ہے لیکن حقیقت یہ تھی۔ کہ دشمن جھوٹ بول رہا تھا۔ اور سلسلہ کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹے مقدمات کر رہا تھا۔ ہم ان کی مدد کے لئے مجبور تھے گو ہم جانتے تھے۔ کہ بعض جگہ دشمن کو موقعہ دینے والے خود ہمارے اپنے آدمی تھے۔ اگر ہمارے آدمی میری تعلیم کے مطابق صبر سے کام لیتے اور

گالی کا جواب نہ دیتے

تو فتنہ اتنا نہ بڑھتا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر انہوں نے لڑائی کرنا دین کے لئے ضروری ہی سمجھا تھا۔ تو ان کا فرض تھا۔ کہ یا مقدمہ کے

تمام اخراجات خود برداشت کرتے

اور کہتے۔ کہ ہماری جماعت کی مالی حالت کمزور ہے۔ ہم اس پر اپنا بوجھ ڈالنا نہیں چاہتے۔ اور یا جواب دعوےٰ سے دست بردار ہو کر معاملہ خدا تعالےٰ پر چھوڑ دیتے۔ مگر یہ جماعت کا

تیس چالیس ہزار روپیہ

خرچ کرا دینے کے باوجود مخلص کے مخلص بنے پھرتے ہیں۔ میں سب مقدمات کے بارہ میں نہیں کہتا۔ بعض مقدمات سلسلہ کی ضروریات کے لئے خود کئے گئے ہیں۔ اور نہ سب آدمیوں کے متعلق کہتا ہوں۔ جو ان میں مبتلا تھے۔ مگر چونکہ اصل لوگوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے بات کو عام رکھا ہے۔ تا کسی خاص شخص پر الزام نہ آئے۔ اور اس نوٹ کے ذریعہ سے میں نے اس کا بھی ازالہ کر دیا ہے۔ کہ ناکردہ گناہ لوگوں پر کوئی بدظنی کرے)

میں پوچھتا ہُوں۔ بھلا گالیاں دینے یا بے فائدہ جوش دکھانے میں کونسی خوبی۔ اور کمال ہے۔ کیا موچی دروازہ کے غنڈے گالیاں نہیں دیتے۔ اگر تم بھی دشمن کے جواب میں زبان سے گالیاں دیتے چلے جاتے ہو۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا۔ کہ تم نے وُہ کام کیا۔ جو حق کے دشمن کر رہے ہیں۔ مگر تمہاری اس حرکت کو قربانی قرار نہیں دیا جائے گا۔ قربانی وُہ ہوتی ہے جسے عام آدمی پیش نہ کر سکے۔ مگر

تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو جانا

اور اس میں پندرہ بیس گالیاں دے دینا یہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ اور کرتا ہے۔ پس صرف اس لئے کہ کوئی شخص بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہے۔ مخلص اور مومن نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ مخلص وُہ ہے۔ جو اُس چیز کو پیش کرے۔ جسے عام لوگ پیش کرنے سے ہچکچاتے ہوں تم چلے جاؤ لاہور میں۔ یا اور کسی شہر میں اور چلے جاؤ بد اخلاق

نمائندگانِ مذاہب کی مجالس

میں۔ تمہیں یہی نظر آئے گا۔ کہ جوشیلے اور فسادی لوگ ہمیشہ گالیاں دینگے۔ پتھر پھینکتے۔ اور تالیاں پیٹتے ہیں۔ مگر مخلص وُہ قربانی کرتے ہیں۔ جو دوسرے نہیں کرتے۔ لاہور میں ہی جب کوئی فساد ہو کمزور اخلاق کے لوگ ہمیشہ بڑھ بڑھ کر لاٹھی چلائیں گے۔ لیکن جب

اسلام کے لئے مال کی قربانی کا سوال

ہو۔ تو پیچھے ہٹ جائیں گے۔ کیونکہ وُہ سمجھتے ہیں۔ ہمارا کام اتنا ہی ہے۔ کہ ہم گالیاں دیں۔ لٹھ ماریں۔ اور پھر پلاؤ زردہ کھائیں پس گالیاں دینا تو کمزور طبع لوگوں کا کام ہے

کامل مومنوں والا کام

نہیں۔ اور اگر واقعہ میں اُن میں اخلاص ہوتا۔ تو جن لوگوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا وُہ کہتے۔ ہم جماعت کا ایک پیسہ بھی اس پر خرچ نہیں ہونے دیں گے۔ ہم نے اپنی ذمہ واری سے کام کیا ہے۔ اور

اب اس بوجھ کو بھی یا خود برداشت کریں گے۔ یا برداشت نہ کر سکنے کی صُورت میں قید ہو جائیں گے۔ جماعت کے پاس آگے ہی روپیہ کونسا زیادہ ہے۔ ہم اس پر مزید اپنے مقدمات کا بوجھ کیوں ڈالیں کیا یہ اتنی موٹی بات نہیں۔ جو تمہاری سمجھ میں آسکے: تو تمہیں چاہیئے۔ تم

مخلص اور کمزور طبع انسانوں میں فرق

کرو میں انہیں منافق نہیں کہتا بعض کمزور طبائع ہوتی ہیں۔ ان کا دل ایسا کمزور ہوتا ہے۔ کہ وُہ نتائج کی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہوتے مومن ہی ہیں۔ مگر دل کی کمزوری کی وجہ سے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ انہوں نے بھی بڑھ بڑھ کر باتیں کیں۔ اور جماعت کو مزید مشکلات میں مبتلا کرا دیا اور جب کبھی ان کی مدافعت کی غلط تدبیروں سے فساد اور بڑھ گیا۔ اور اس کے

نتائج کے برداشت کرنیکا وقت

آیا۔ تو کمزوری دکھا دی۔ اور مقدمہ لڑ کر اس امر کی کوشش شروع کر دی کہ ان کی بریت ہو جائے۔ حالانکہ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دے گا میں ضرور اُسے سزا دوں گا تو اگر اُس کا یہ مقولہ صحیح ہے تو سزا دینے کے بعد اُسے دلیری سے اپنے

جرم کا اقرار

کرنا چاہیئے۔ اور اُسے کہنا چاہیئے مجھے جہاں چاہتے ہو۔ لے جاؤ۔ میں نے اس کے مونہہ سے گالی سُنی۔ اور میں اسے برداشت نہیں کر سکا۔ فرض کرو کوئی شخص کہتا ہے۔ کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دے گا میں اُسے جوتی ماروں گا۔ اگر اسے ہماری تعلیم سے اتفاق نہیں۔ تو جائے اور اُسے جوتی مارے۔ اور پھر نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہے

مگر ادھر تو وُہ ہماری رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اُدھر جب دوسرے کو مار کر آتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ میرے فعل کے جواب دہ تم ہو:

یاد رکھو۔

دُنیا میں قیام امن دو ذرائع سے

ہوتا ہے۔ یا اُس وقت جب مار کھانے کی طاقت انسان میں پیدا ہو جائے۔ یا جب دوسرے کو مارنے کی طاقت انسان میں پیدا ہو جائے۔ درمیانی دوغلہ کوئی چیز نہیں۔ اب جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے میں سمجھتا ہوں۔ وُہ یہ ہے کہ ہم میں

مار کھانے کی طاقت

ہونی چاہیئے۔ بالکل ممکن ہے۔ تم میں سے بعضوں کا یہ خیال ہو۔ کہ ہم میں مارنے کی طاقت ہونی چاہیئے۔ میں اسے غیر معقول نہیں کہتا۔ ہاں غلط ضرور کہتا ہُوں۔ یہ ضرور کہتا ہُوں۔ کہ اُس نے قرآن کریم کو نہیں سمجھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے مارنے کے لئے جو شرائط رکھی ہیں۔ وُہ اس وقت ہمیں میسر نہیں:

پس کم سے کم میں اسے

شرارتی یا پاگل

نہیں کہوں گا۔ میں زیادہ سے زیادہ یہی کہوں گا۔ کہ اس کی ایک رائے ہے۔ جو میری رائے سے مختلف ہے۔ لیکن تمہاری یہ حالت ہے۔ کہ تم میں سے ایک شخص کہتا ہے۔ کہ

دُشمن کو سزا دینی چاہیئے

اور پھر جب وُہ ہماری تعلیم کے صریح خلاف کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے۔ تو بھاگ کر ہمارے پاس آتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

مُجھے بچانا مجھے بچانا

آخر جماعت تمہیں کیوں بچائے۔ کیا تم نے

جماعت کے نظام کی پابندی کی یا اپنے جذبات پر قابو رکھو۔ اور اگر تم اس خیال کے قائل نہیں تھے۔ تو پھر تمہیں ہمارے پاس بھاگ کر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ تم دلیری دکھاؤ اور اپنے جرم کا اقرار کرو۔ اگر ان دونوں عقیدوں کے چالیس چالیس آدمی بھی میسر آجائیں تو ہم دنیا کو ڈرا سکتے ہیں۔ اگر چالیس آدمی ایسے مل جائیں جو مار کھانے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تو وہ دنیا کو ڈرا سکتے ہیں۔ اور اگر چالیس آدمی ایسے میسر آجائیں جو مارنے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تو وہ بھی دنیا کو ڈرا سکتے ہیں۔ مگر تمہاری حالت یہ ہے۔ کہ جب تم میں سے بعض دشمن سے کوئی گالی سنتے ہیں تو ان کے مونہہ میں جھاگ بھر آتی ہے۔ اور وہ کود کر اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اسی وقت **ان کے پیر پیچھے کی طرف** پڑ رہے ہوتے ہیں۔ تم میں سے بعض تقریر کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم مر جائیں گے۔ مگر **سلسلہ کی ہتک** برداشت نہ کریں گے۔ لیکن جب کوئی ان پر ہاتھ اُٹھاتا ہے تو پھر اِدہر اُدہر دیکھنے لگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بھائیو! کچھ روپے ہیں۔ کہ جن سے مقدمہ لڑا جائے۔ کوئی وکیل ہے جو وکالت کرے۔ بھلا ایسے شخص نے بھی کسی قوم کو فائدہ پہنچایا ہے بہادر وہ ہے۔ جو اگر مارنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو مار کر پیچھے ہٹتا ہے۔ اور پکڑا جاتا ہے۔ تو دلیری سے سچ بولتا ہے اور اگر مار کھانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو پھر جوش میں نہیں آتا اور اپنے نفس کو شدید اشتعال کے وقتوں میں بھی قابو میں رکھتا ہے۔ پس اگر تم جیتنا چاہتے ہو تو دونوں میں سے ایک اصل اختیار کرو۔ جو کچھ میں سمجھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ میں سچ سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ **بہادر بنو مگر اس طرح کہ مار کھانے کی عادت ڈالو** اور امام کے پیچھے ہو کر دشمن سے جنگ کرو۔ ہاں جب وہ کہے کہ اب لڑو اسوقت بیشک لڑو لیکن جب تک تمہیں امام لڑائی کا حکم نہیں دیتا۔ اسوقت تک دشمن کو سزا دینے کا تمہیں اختیار نہیں۔ لاٹھی اور سوٹے سے ہی نہیں بلکہ **ایک ہلکا سا تھپڑ مارنا بھی تمہارے لئے جائز نہیں** بلکہ میں کہتا ہوں۔ تھپڑ تو الگ رہا ایک گلاب کے پھول سے بھی تمہیں دشمن کو اس وقت تک مارنے کی اجازت نہیں جب تک امام تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دے لیکن اگر تمہارا یہ عقیدہ نہیں تب بھی میں شریف انسان تمہیں تب سمجھونگا کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ ہو۔ کہ گالی دینے والے دشمن کو ضرور سزا دینی چاہیئے اور تم اس گالی دینے والے کے جواب میں سخت کلامی کرتے ہو۔ اور اس سے جوش میں آکر وہ پھر اور بدکلامی کرتا ہے۔ تو پھر تم مٹ جاؤ اور اپنے آپ کو فنا کر دو۔ لیکن اس منہ کو توڑ دو جس منہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے گالی نکلی تھی۔ کیونکہ اس کو خاموش کرانا تمہارا ہی فرض ہے۔ کیونکہ تمہارے ہی فعل سے اس نے مزید گالیاں دی ہیں کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم ایک سخت بدلگام دشمن کا جواب دیکر اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دلواتے ہو۔ اور پھر خاموشی سے گھروں میں بیٹھ رہتے ہو اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی حیا ہے اور تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہے۔ کہ دشمن کو سزا دینی چاہیئے۔ تو پھر یا تم دُنیا سے مٹ جاؤ۔ یا گالیاں دینے والوں کو مٹا ڈالو۔ مگر ایک طرف تم **جوش اور بہادری کا دعوےٰ** کرتے ہو۔ اور دُوسری طرف بُزدلی اور دُون ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ میں تو ایسے لوگوں کے متعلق یہی کہتا ہوں کہ وُہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دلواتے ہیں۔ اور **وُہ آپ کے سلسلہ کے دُشمن۔ اور خطرناک دشمن ہیں**

اگر کسی کو مارنا۔ پیٹنا جائز ہوتا۔ تو میں تو کہتا۔ کہ ایسے لوگوں کو بازار میں کھڑا کر کے انہیں خوب پیٹنا چاہیئے۔ کیونکہ وُہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ گالیاں دلواتے ہیں۔ اور پھر مخلص اور احمدی کہلاتے پھرتے ہیں۔

میں اس موقعہ پر ان لوگوں کو بھی جو انہیں اعلےٰ مخلص سمجھتے ہیں۔ کہتا ہوں کہ **مومن بے وقوف نہیں ہوتا** کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ گالیاں دینا کوئی بہادری ہے۔ تم کسی چوہڑے کو دو روپے دے کر دیکھ لو۔ وُہ تم سے زیادہ گالیاں دے دیگا۔ پس تم بھی اگر گالیاں دیتے ہو۔ تو زیادہ سے زیادہ چوڑھوں والا کام کرتے ہو۔ یہ کوئی ایسا **پیچیدہ مسئلہ** نہیں۔ جو تمہیں سمجھ میں نہ آسکے۔ مگر میں متواتر تین سال سے سمجھا رہا ہوں اور تم ابھی تک سمجھنے میں نہیں آتے میرے سامنے کوئی آٹھ دس برس کا بچہ لے آؤ۔ میں یہ باتیں اس کے سامنے دہرا دیتا ہوں۔ تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ کہ وُہ بچہ میری بات کو کتنی جلدی سمجھ لیتا ہے۔ مگر کیا میرے **تین سالہ خطبات** بھی تمہیں میرے منشا ء سے آگاہ نہیں کر سکے۔

پس میں پھر ایک دفعہ کھول کھول کر بتا دیتا ہوں۔ کہ شریفانہ اور عقلمندانہ طریق دو ہی ہوتے ہیں۔ **یا انسان کو مرنا آتا ہو۔ یا انسان کو مارنا آتا ہو۔**

ہمارا طریقہ مرنے کا ہے۔ مارنے کا نہیں ہم کہتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے ابھی اس مقام پر رکھا ہوُا ہے۔ کہ مر جاؤ۔ مگر اپنی زبان نہ کھولو۔ کیا تم نے جہاد پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم نہیں پڑھی اس میں کس وضاحت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے۔ کہ اگر جہاد کا موقعہ ہوتا۔ تو خدا تعالےٰ تمہیں تلوار کیوں نہ دیتا۔ اس کا تلوار نہ دینا بتاتا ہے۔ کہ **یہ تلوار کے جہاد کا موقعہ نہیں** اسی طرح اگر تمہارے لئے مارنے کا مقام ہوتا۔ تو تمہیں اس مونہہ کے توڑنے کی طاقت اور اس کے سامان بھی ملتے۔ جس مونہہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ مگر تمہیں اس کی توفیق نہیں دی گئی۔ اور وُہ سامان نہیں دیئے گئے۔ پس معلوم ہوُا کہ تمہارے لئے اللہ تعالےٰ نے یہی مقام مقدر کیا ہے کہ تم **گالیاں سُنو اور صبر کرو**

اور اگر کوئی انسان سمجھتا ہے۔ کہ اس میں مارنے کی طاقت ہے۔ تو میں اُسے کہونگا۔ اے بے شرم تو آگے کیوں نہیں جاتا اور اس مونہہ کو کیوں توڑ نہیں دیتا جس مونہہ سے تو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دلوائی ہیں۔ گندے سے گندے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہے جاتے ہیں تم خود دُشمن سے وُہ الفاظ کہلواتے ہو اور پھر

تمہاری تگ و دو

یہیں تک آکر ختم ہو جاتی ہے کہ گورنمنٹ سے کہتے ہو وہ تمہاری مدد کرے۔ گورنمنٹ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے کیا اس کا اور تمہارا مذہب ایک ہے یا اس کی اور تمہاری سیاست ایک ہے یا اس کا نظام تمہارے نظام سے ملتا ہے پھر گورنمنٹ تمہاری کیوں مدد کرے گورنمنٹ اگر ہمدردی کرے گی۔ تو ان لوگوں سے جو تمہارے دشمن ہیں کیونکہ وہ اکثریت میں ہیں۔ اور تم اقلیت میں اور

گورنمنٹوں کو اکثریت کی خوشنودی کی ضرورت ہوتی ہے

پس گورنمنٹ کو تم سے کس طرح ہمدردی ہو سکتی ہے۔ اس کو تو اسی وقت تک تمہارے ساتھ ہمدردی ہو سکتی ہے جب تک تم خاموش رہو اور دشمن کے مقابلہ میں صبر سے کام لو اور اس صورت میں بھی

صرف شریف حاکم تمہاری مدد کرینگے

اور کہیں گے انہوں نے ہمیں فتنہ و فساد سے بچا لیا مگر یہ خیال کرنا کہ گورنمنٹ اس وقت مدد کرے جب دشمن تم کو گالیاں دے رہا ہو اور تم جواب میں اسے گالیاں دے رہے ہو۔ نادانی ہے اس وقت اس کی ہمدردی اکثریت کے ساتھ ہو گی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے اقلیت کچھ نہیں کر سکتی۔ پس گورنمنٹ سے اسی صورت میں تم امداد کی توقع کر سکتے ہو۔ جب خود قربانی کرکے لڑائی اور جھگڑے سے بچو۔ اور اس وقت بھی صرف شریف افسر تم سے ہمدردی کریں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے ہماری بات مان لی اور خاموش رہ کر اور صبر کرکے فتنہ و فساد کو بڑھنے نہ دیا مگر رذیل حکام پھر بھی تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ اور کہیں گے کیا ہوا اگر دشمن کا تھپڑ انہوں نے کھا لیا۔ وہ زیادہ تھے اور یہ تھوڑے اگر اکثریت سے ڈر کر تھپڑ کھا لیا ہے تو یہ کوئی خوبی نہیں۔ پس وہ تمہارے

صبر کو بزدلی پر محمول

کریں گے اور تمہاری خاموشی کو کمزوری کا نتیجہ قرار دیں گے۔ پس تمہارا گورنمنٹ کے پاس شکایت کرنا بالکل بے سود ہے۔ اور مجھے تمہاری مثال ویسی ہی نظر آتی ہے۔ جیسے پہلے زمانہ میں جب یہ معلوم نہ تھا کہ

کشمیری فوج میں بھرتی ہونیکے قابل نہیں

ایک دفعہ سرحد پر لڑائی ہوئی اور حکومت انگریزی نے مہاراجہ صاحب جموں سے کہا۔ کہ اپنی فوج میں سے ایک دستہ ہماری فوج کے ساتھ روانہ کر دیں۔ انہوں نے ایک کشمیری دستہ کو تیار ہو جانے کا حکم دے دیا جب وہ تیار ہو گئے تو کشمیری افسر ایک وفد کی صورت میں مہاراجہ صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے اتنی مدت تک آپ کا نمک کھایا ہے ہمیں لڑائی سے ہرگز انکار نہیں۔ ہم ہر وقت جانے کے لئے تیار ہیں۔ صرف ایک ہماری

عاجزانہ التماس

ہے اور وہ یہ کہ سنا ہے پٹھان سخت وحشی ہوتے ہیں آپ ہمارے ساتھ کچھ سپاہی کر دیں جو ہماری جانوں کی حفاظت کریں تم بھی خدا کے سپاہی کہلاتے ہو مگر

انگریزی سپاہیوں کے پہرے میں کام

کرنا چاہتے ہو پھر تم سے زیادہ بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔ اس وقت تم سب اس مثال کے سننے پر ہنس پڑے ہو مگر کیا تمہاری بھی یہی حالت نہیں تم کہتے ہو ہم دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں مگر انگریزی سپاہیوں کی حفاظت میں۔ اگر واقعہ میں تم خدا تعالےٰ کے سپاہی ہو اور اس کے دشمن کے مقابل پر کھڑے ہو تو پھر تمہیں کسی حفاظت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تم میرے بتائے ہوئے طریق کے ماتحت صبر اور شکر کرو۔ پھر خدا تعالےٰ کے سپاہی آپ تمہاری مدد کے لئے آسمان سے اتریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک دفعہ ایک مقدمہ ہؤا۔ جس مجسٹریٹ کے پاس وہ مقدمہ تھا اس پر لاہور کے بعض آریوں نے سخت زور ڈالا کہ جس طرح بھی ہو سکے تم کسی نہ کسی طرح مرزا صاحب کو سزا دے دو۔ اور اس قدر اصرار کیا کہ آخر اس نے وعدہ کر لیا کہ میں کچھ نہ کچھ سزا انہیں ضرور دے دونگا۔ ایک ہندو دوست جو اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے یہ تمام حالات

ایک احمدی وکیل

کے پاس بیان کئے۔ اور کہا کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔ آریوں نے بہت اصرار کیا اور آخر مجسٹریٹ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں ضرور حضرت مرزا صاحب کو کچھ نہ کچھ سزا دے دونگا۔ وہ احمدی وکیل گھبرائے ہوئے گورداسپور آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان دنوں گورداسپور میں ہی تھے۔ میں وہاں موجود نہیں تھا لیکن جو دوست وہاں موجود تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس دوست نے آکر ذکر کیا کہ حضور ہمیں کوئی فکر کرنا چاہیئے۔ اس مجسٹریٹ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کو ضرور سزا دے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی طرف

کوئی توجہ نہ فرمائی

آخر انہوں نے دوبارہ اور سہ بارہ یہی بات دہرائی اور کچھ اور دوست بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور سب نے کہا کہ اب ضرور کوئی فکر کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے جب متواتر یہ بات سنی تو آپ نے چارپائی سے سر اٹھایا اور لیٹے لیٹے کہنی پر ٹیک دیکر بڑے جلال سے فرمایا وہ مجسٹریٹ ہوتا کیا چیز ہے۔

وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے

پس کیا تم سمجھتے ہو اگر خدا تمہارے ساتھ ہو تو یہ مجسٹریٹ اور افسر اور پولیس کے آدمی تمہیں کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں کبھی نہیں۔ ہاں تمہیں اس تعلیم پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو خدا تعالیٰ کے مامور نے تمہیں دی اور جو یہ ہے۔ کہ سے

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اور جو تعلیم قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے دی ہے کہ جب کسی مجلس میں خدا

اور اس کے رسول کو گالیاں دی جاتی ہوں۔ تو وہاں سے اٹھ کر چلے آؤ۔ اور

بے غیرت مت بنو

مگر تمہاری غیرت کا یہ حال ہے کہ ادھر ہم منع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ان کے جلسہ میں کوئی نہ جائے اور ادھر تم میں سے کوئی کونوں میں چھپ کر ان کی تقریریں سنتا ہے کوئی کسی ہمسایہ کے مکان پر چڑھ کر وہاں سے تقریریں سنتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے دل میں یہ گدگدی اٹھ رہی ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح جائیں۔ اور

گالیاں سنیں

کیا تم نے کبھی مجھے بھی دیکھا۔ کہ میں ان جلسوں میں گیا ہوں۔ پھر کیا تمہارے سینہ میں ہی دل ہے میرے سینہ میں نہیں۔ پھر تم کو کیوں شوق آتا ہے۔ کہ جاؤ اور گالیاں سنو۔ اسی وجہ سے کہ تمہارے دلوں میں غیرت نہیں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ تمہارے دلوں میں غیرت نہیں۔ تو اس سے مراد وہی خاص لوگ ہیں۔ جو بڑھ بڑھ کر حصہ لیتے۔ اور پھر

قابل شرم بے غیرتی کا نمونہ

دکھاتے ہیں۔ پس تمہارا گالیاں سننا بتاتا ہے۔ کہ تمہارے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ تم بے ایمانی کے ساتھ ایمان کا جبہ پہن کر نکلے ہو۔ اور تمہاری غرض محض تماش بینی ہے۔ ایسے لوگ اس وقت بھی تماش بین ہوتے ہیں۔ جب وہ ہماری مجلسوں میں شور مچا رہے ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

عزت کی حفاظت

ہونی چاہیئے۔ اور جب وہ اس مجلس میں جاتے ہیں۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ تو وہاں بھی ان کی حیثیت ایک تماش بین کی سی ہوتی ہے۔ اور یقیناً ایسے لوگ

اپنی قوم کے لئے عار اور ننگ

کا باعث ہوتے ہیں۔

پھر میں تمہیں کہتا ہوں۔ تم اپنے آپ کو باغیرت کہتے ہو۔ اور تم سمجھتے ہو کہ تم سلسلہ کے لئے قربانی کرنے والے ہو۔ مگر تمہارے پاس اس الزام کا کیا جواب ہے۔ کہ جب آریوں کا پروسیشن نکل رہا تھا۔ تو تم میں سے ایک شخص نے

مرزا غلام احمد زندہ باد کا نعرہ

لگایا اس میں غیرت کا کون سا سوال تھا۔ کیا دوسری قوموں کا حق نہیں۔ کہ وہ بھی اپنے بزرگوں کے حق میں نعرے لگائیں تم کہتے ہو لوگ ہم پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔ کہ ہم میں سے کسی نے لیکھرام مردہ باد کا نعرہ لگایا تھا۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے کہ تم میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا مگر تم انصافاً آپ ہی بتاؤ۔ کہ جس وقت تمہارا پروسیشن نکل رہا ہو۔ اور تم

محمد زندہ باد کے نعرے

لگا رہے ہو۔ تو اس وقت اگر کوئی شخص ابوجہل زندہ باد کا نعرہ لگا دے۔ تو تمہارے تن بدن میں آگ لگ جائے گی۔ یا نہیں اگر لگ جائے گی۔ تو تمہیں سمجھنا چاہیئے کہ تمہارے دشمن کے سینہ میں بھی دل ہے۔ اور اس کا دل بھی اس وقت دکھتا ہے۔ جب تم اس کے مظاہرہ کے وقت میں مرزا غلام احمد زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہو۔ پس تم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم نے مردہ باد نہیں کہا تھا۔ زندہ باد کہا تھا۔ کیونکہ سوال یہ نہیں کہ تم نے کیا کہا۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر زندہ باد کا نعرہ لگانا بھی

دوسرے کو چڑانا

اور اسے تکلیف دینا ہوتا ہے۔ جس وقت تم اپنا پروسیشن نکال رہے ہو۔ اور سلسلہ کی تعریف میں نعرے لگا رہے ہو۔ اس وقت اگر کوئی شخص لیکھرام زندہ باد یا ثنا اللہ زندہ باد کے نعرے لگا دے تو ایمان سے کہو تمہیں غصہ آئے گا۔ یا نہیں آئے گا۔ اور ضرور آئے گا پھر

کیا تمہارے ہی سینہ میں دل ہے

اور تمہارے دشمن کے سینہ میں دل نہیں کہ تمہیں تو ایسے نعرے بُرے لگ سکتے ہیں۔ مگر انہیں بُرے نہیں لگ سکتے۔ میں تو حیران ہوتا ہوں۔ جب میں یہ بحث سنتا ہوں۔ کہ ہم نے مرزا غلام احمد زندہ باد کہا تھا لیکھرام مردہ باد تو نہیں کہا تھا۔ حالانکہ سوال زندہ باد کہنے کا نہیں بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ وہ زندہ باد کا نعرہ کس موقعہ پر لگایا گیا۔ کیا وہ تمہارا جلسہ تھا۔ اگر تم اپنے جلسہ میں اس قسم کا نعرہ لگاتے۔ تو یہ ایک معقول بات سمجھی جا سکتی تھی۔ مگر غیر کے جلسہ یا جلوس میں نعرے لگانا صریح

اشتعال دلانے والی حرکت

تھی۔ پس یہ بحث ہی کیا ہوئی۔ کہ ہم نے لیکھرام مردہ باد نہیں کہا۔ مرزا غلام احمد زندہ باد کہا۔ اس وقت مرزا غلام احمد زندہ باد کہنا بھی لیکھرام مردہ باد کہنے کے مترادف تھا۔ یاد رکھو جب کوئی قوم اپنے

کسی لیڈر کے اعزاز میں

پروسیشن نکال رہی ہو۔ تو اس وقت تمہارا کوئی حق نہیں۔ کہ تم اس میں دخل دو۔ اور اگر تم اپنے لئے یہ بات جائز سمجھتے ہو تو پھر دشمن کا بھی حق ہوگا کہ وہ تمہارے پروسیشن میں لیکھرام زندہ باد کے نعرے لگائے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ لیکھرام مردہ باد کا نعرہ لگایا گیا تھا۔ انہوں نے جھوٹ بولا۔ کیونکہ اس وقت تک کوئی گواہی ایسی نہیں ملی جس سے یہ الزام ثابت ہوا ہو۔ علاوہ ازیں جب وہ شخص جس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے قسم کھا کر کہہ چکا ہے۔ کہ میں نے اس قسم کا نعرہ نہیں لگایا۔ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی قسم کو تسلیم کریں۔ پس یہ جو کہا گیا۔ کہ احمدیوں کی طرف سے لیکھرام مردہ باد کا نعرہ لگایا گیا۔ یہ جھوٹ کہا گیا۔ اور اس میں کسی قسم کی سچائی نہیں۔ یہ کہنا کہ

پولیس کی ڈائری

میں یہ لکھا ہوا ہے یہ بھی کوئی معقول ثبوت نہیں۔ پولیس والے بیسیوں جھوٹ بول لیتے ہیں۔ اور جب وہ انہی کے چٹے بٹے ہیں۔ تو ان سے ہم سچائی کی توقع کس طرح رکھ سکتے ہیں۔ پھر جس شخص کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے لیکھرام مردہ باد کا نعرہ لگایا۔ جب وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ایسا نعرہ نہیں لگایا۔ تو اب اس کے بعد تصفیہ کی صورت یہی رہ جاتی ہے کہ پولیس والے قسم اٹھا لیں۔ کہ واقعہ میں لیکھرام مردہ باد کا نعرہ لگایا گیا تھا۔ پھر خدا خود فیصلہ کر دے گا۔ کہ کس نے سچ بولا اور کس نے جھوٹ۔ پولیس کی ڈائریوں کا تو یہ حال ہے۔ کہ گزشتہ سالوں میں جب یہ الزام لگایا گیا۔ کہ احمدی لیکچراروں نے ڈپٹی کمشنر کو حرامزادہ کہا ہے۔ تو پولیس کے جس آدمی نے یہ رپورٹ کی تھی۔ اسے جب کہا گیا۔ کہ ڈپٹی کمشنر چھوڑ کسی کو بھی کسی احمدی لیکچرار نے حرامزادہ نہیں کہا۔ پھر تم نے ایسا کیوں لکھا۔ تو وہ کہنے لگا۔ یہ

ایک راز کی بات

ہے۔ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا پھر کم سے کم بیس فیصلے ہائیکورٹ کے میں ایسے پیش کر سکتا ہوں۔ جن میں یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ پولیس والوں نے جھوٹ بولا۔ پس ہم کہتے ہیں یہ الزام بالکل جھوٹا ہے۔ جس پر الزام لگایا جاتا ہے وہ قسم اور

غلیظ قسم

کھا کر اپنے آپ کو بری ثابت کر چکا ہے۔ اور اگر یہ جھوٹی قسم ہے۔ تو

اس کے مقابلہ میں دوسرا شخص جسے یقین ہے۔ کہ واقعہ میں لیکھرام مردہ باد کا نعرہ لگایا گیا۔ کیوں ایسی ہی قسم نہیں کھا لیتا۔

پھر یہ بھی تو غور کرنا چاہیئے۔ کہ کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ کسی مخالف نے خود اس قسم کا نعرہ لگادیا ہو۔ تاکہ فتنہ پیدا ہو جائے۔

پس قسمیہ طور پر اس بات کو بیان کردینے کے بعد کہ لیکھرام مردہ باد کا نعرہ نہیں لگایا گیا۔ ہم اس امر کو تسلیم نہیں کرسکتے۔ کہ یہ الزام درست ہے۔ ہاں ہم یہ ضرور کہیں گے۔ کہ اس موقعہ پر مرزا غلام احمد زندہ باد کہنا بھی

فتنہ پیدا کرنے کا موجب

تھا۔ ہماری جماعت بھی اپنے جلوسوں میں زندہ باد کے نعرے لگایا کرتی ہے۔ ایسے موقع پر اگر مقابل کا فریق بھی نعرے لگانا شروع کردے۔ تو فساد ہوگا یا نہیں۔ پس میں تو ہرگز نہیں سمجھتا۔ کہ جس چیز کو ہم اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے۔ وہ دوسروں کے لئے جائز سمجھیں۔ بحیثیت انسان ہونے کے ہندو بھی وہی حق رکھتے ہیں۔ جو ہم رکھتے ہیں۔ بلکہ سکھوں اور ہندوؤں کو جانے دو۔ چوڑھوں کا بھی انسان ہونے کے لحاظ سے وہی حق ہے جو ایک مسلمان یا سکھ یا ہندو کا ہے۔ اور ہمیں کوئی اختیار نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ ہمیں تو فلاں حق حاصل ہے۔ مگر ہندوؤں یا سکھوں یا چوڑھوں کو حاصل نہیں۔

جو حق ہمیں حاصل ہوگا وہ دوسروں کو بھی حاصل ہوگا

اور جو بات ہمیں بری معلوم ہوتی ہو ہم کو چاہیئے کہ دوسرے کے حق میں بھی اس طرح نہ کریں۔ آج ہی اگر میں ایک میٹنگ کرکے لوگوں کے سامنے یہ بات پیش کردوں کہ جب آپ لوگ کہتے ہیں محمدؐ زندہ باد یا غلام احمد کی جے۔ تو کیا آپ اس وقت برداشت کرینگے کہ آپ کے جلوس میں ہی مخالف ابوجہل زندہ باد یا لیکھرام زندہ باد کے نعرے لگائیں۔ تو میں سمجھتا ہوں سو فیصدی لوگ اشتعال میں آجائیں گے۔ اور وہ کہیں گے۔ کہ ہم اپنے جلسہ یا جلوس میں اس قسم کے نعرے ہرگز نہیں سنیں گے۔ پس اگر تم اپنے جلسوں اور جلوسوں میں ان نعروں کو سننے کے لئے تیار نہیں تو کیا تمہارا فرض نہیں کہ دوسروں کے جلسوں اور جلوسوں میں بھی تم

اپنی زبانوں کو روکو

اور اپنے جذبات پر قابو رکھو۔

پھر ایک اور موٹی بات ہے جس کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ تم میں سے ایک شخص ایک مجرمانہ فعل کرتا ہے۔ تو تم سب کو کیوں فکر پڑ جاتی ہے۔ حالانکہ تمہارا فرض صرف اتنا ہے کہ تم

مجرم کو مجرم قرار دیدو اور اس کے فعل سے اپنی بے تعلقی اور برات کا اظہار کردو

آج ہندوستان میں جس قدر فسادات ہیں ان کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ ایک شخص جرم کرتا ہے۔ اور اس کی ساری قوم سمجھ لیتی ہے کہ شائد ہم پر الزام لگا ہے اور زخم کردہ قوم واقعہ میں بھی اس

ساری قوم کو مجرم

سمجھنے لگتی ہے۔ اگر تم بھی ایسا ہی کرو تو تم میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے اگر کسی نے مرزا غلام احمد زندہ باد کا نعرہ لگایا تو بیشک یہ فقرہ بالکل سچ تھا مگر سچے فقرے بھی بعض دفعہ فتنہ و فساد کا موجب ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہی آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے ہمارے رسول بعض منافق تیرے پاس آتے اور قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ تو اللہ تعالےٰ کا رسول ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے مگر اے ہمارے رسول منافق اس وقت جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں۔ پس

بعض لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہنا بھی جھوٹ تھا

حالانکہ اس سے بڑھکر سچی بات اور کیا ہوسکتی تھی۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں کچھ لوگ تھے جنہوں نے ایک دفعہ کہا بادشاہت صرف اللہ تعالےٰ کی ہے۔ مسلمانوں کے کام باہمی مشورہ سے ہونے چاہئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے یہ بات کہی تو آپ نے فرمایا

کلمة الحکمة ارید بها الباطل

کہ یہ بات تو سچی ہے۔ مگر اس سے فساد پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تو ہر سچی بات موقع و محل کو مدنظر رکھے بغیر بیان کرنی جائز نہیں ہوتی۔

میاں اور بیوی کے تعلقات

سے زیادہ حلال اور کونسا تعلق ہے۔ مگر کیا یہ جائز ہے کہ انسان مخصوص تعلقات کا ذکر کرے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اس عورت پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے جو اپنے خاوند کے پاس جاتی اور پھر باہر جاکر اس کے متعلق باتیں کرتی ہے۔ مگر کیا وہ سچ نہیں ہوتا۔ غرض

سچائی کے اظہار کیلئے بھی شرائط ہوتے ہیں

اور ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے۔ کہ ہر شخص جس بات کو سچائی سمجھتا ہے۔ وہ اس سچائی کے اظہار کا حق تو رکھتا ہے۔ لیکن دشمن کی مجلس میں جب طبائع میں جوش ہو اسے اس کے بیان کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ جب لوگ جلوس نکال رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کی ساری عقیدت جو اپنے پیشواؤں کے ساتھ وہ رکھتے ہیں۔ پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہوتی ہے۔ محرم میں جب شیعہ لوگ رونے پیٹتے ہیں۔ سنی بھی شیعہ ہو جاتے اور ان میں سے اکثر ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔

کسی عقلمند کا مقولہ

ہے۔ کہ مسلمان گیارہ مہینے سنی رہتے ہیں۔ اور بارہویں مہینہ سب شیعہ بن جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ بات بالکل درست ہے۔ جس وقت شیعہ لوگ یاحسین یاحسین کے نعرے لگاتے ہیں تو

واقعات کربلا کی یاد

سنیوں کی عقلوں پر بھی پردہ ڈال کر انہیں شیعہ بنا دیتی ہے۔ اور اپنی سنیت انہیں بھول جاتی اور شیعیت ان پر غالب آجاتی ہے۔ اسی طرح جس وقت ہندو یا سکھ جلوس نکال رہے ہوتے ہیں۔ ان کی عقیدت کا جوش انتہا تک پہونچا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت اگر کوئی مخالف اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا ہے۔ تو گو وہ ایک سچائی ہی ہو۔ مگر چونکہ اس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اس لئے وہ مجرم ہے۔ اور اس کی جماعت کا کوئی حق نہیں کہ اس سے ہمدردی کرے۔

درحقیقت میں تو اب کچھ مدت سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ

گورنمنٹ کو چاہیئے وہ تمام جلوسوں کو بند کردے

جلوسوں کی وجہ سے ہندوستان میں بڑے بڑے فساد ہوتے ہیں جب جلوس نکلتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک آفت آگئی۔ ادھر جلوس والوں میں جوش ہوتا ہے ادھر جلوس کو دیکھکر مخالفوں کے دلوں میں غیظ و غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ اور بسا اوقات

فساد اور کشت و خون تک نوبت

پہنچ جاتی ہے۔ پس ہندوستان کے امن کی راہ میں جلوس ایک خطرناک روک ہیں۔ اور گورنمنٹ کو چاہیئے کہ وہ ان جلوسوں کو بند کر دے۔ اگر گورنمنٹ جلوسوں کے متعلق کوئی ایسا عام فیصلہ صادر کرے کہ کسی کو بھی جلوس نکالنے کی اجازت نہ ہوگی۔ تو میں اپنی جماعت کی طرف سے

حکومت کو یقین

دلاتا ہوں کہ ہم اسکے خلاف نہ صرف کوئی پروٹسٹ نہیں کریں گے۔ بلکہ حتی الامکان اس کی مدد کریں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جلوس سخت فسادات کا موجب بنے ہوئے ہیں۔

پس تم میں سے جس شخص نے بھی یہ نعرہ لگایا۔ اس نے سخت غلطی کی۔ اور ایک

مجرمانہ فعل کا ارتکاب

کیا۔ میں بتا چکا ہوں کہ یہ کوئی سوال نہیں کہ نعرہ کیا لگایا گیا۔ اور میں تو یہاں کے لوگوں کے خطوں کو پڑھ پڑھ کر سفر میں حیران ہوتا رہا کہ یہ کیا لکھا ہوتا ہے۔ کہ پولیس کا الزام غلط ہے۔ ایک شخص نے مرزا غلام احمد زندہ باد کا نعرہ لگایا تھا۔ لیکھرام مردہ باد کا نعرہ اس نے نہیں لگایا۔ مجھے ان دونوں نعرات میں فرق تو نظر آتا ہے۔ مگر مجھے ان میں سے کسی کے جواز کی بھی دلیل نظر نہیں آتی۔ میرے نزدیک تو یہ کہنا کہ لیکھرام مردہ باد ہم نے نہیں کہا۔ مرزا غلام احمد زندہ باد ہم نے کہا ویسی ہی بات ہے جیسے میری ایک بھانجی کو ایک استاد پڑھایا کرتا تھا۔ بچی بہت چھوٹی تھی۔ اسے آداب کا کوئی پتہ نہ تھا ایک دن اس نے کسی لڑکی کے مونہہ سے گدھی کا لفظ سنا۔ اسے یہ لفظ بہت پسند آیا۔ اور جب استاد اسے پڑھانے آیا اور کسی بات پر ناراض ہوا۔ تو وہ کہنے لگی۔ "ددھی" یعنی تو گدھی ہے بوجہ زبان کے صاف نہ ہونے کے گدھی کی جگہ اس نے "ددھی" کہا۔ استاد نے اس کے

والد کے پاس کی شکایت

کی۔ کہ آپ کی لڑکی نے آج مجھے گدھی کہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہیں سے گدھی کا لفظ سنا ہے۔ اور اب یہ گالی اس کی زبان پر چڑھ گئی ہے باپ نے لڑکی کو بلایا چونکہ واقعہ تازہ ہی تھا۔ اس لئے وہ سمجھ گئی کہ ضرور اسی بات کی وجہ سے مجھے بلایا گیا ہے۔ وہ ڈرتی ڈرتی اور کانپتی کانپتی آئی اور کہنے لگی۔

ددھی نہیں ددھا

یعنی میں نے گدھی کہنے میں غلطی کی۔ اصل میں مجھے گدھا کہنا چاہیئے تھا۔ اس نے سمجھا شاید غلطی اس میں ہوئی ہے کہ میں نے مرد کو گدھی کہہ دیا۔ حالانکہ اسے گدھا کہنا چاہیئے تھا۔ اور اسے یہ خیال ہی نہ آیا۔ کہ مجھے ان میں سے ایک لفظ بھی نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ یہی مثال اس شخص پر صادق آتی ہے۔ جس نے یہ حرکت کی ہے۔ اس موقعہ کے لحاظ سے یہ دونو نعرے جو زیر بحث ہیں نامناسب تھے اور نہیں کہنے چاہیئے تھے۔ پس تم

اپنے جذبات کو روکنے کی عادت ڈالو

اور لوگوں کے احساسات کا خیال رکھو۔ اب یہ ہوتا ہے کہ ہم انتہائی کوشش کر کے دشمن کو جب اس مقام پر لے آتے ہیں۔ جہاں وہ مجرم ثابت ہونے والا ہوتا ہے اور اس کی سوگالیاں پکڑ لیتے ہیں تو جھٹ تم میں سے ایک شخص کوئی

سخت لفظ

کہہ دیتا ہے اور خواہ وہ گالی نہ ہو محض ایک سخت لفظ ہو حکومت ان کی سوگالیوں کو پرے پھینک کر کہہ دیتی ہے کہ آپ کے آدمی نے بھی یہ گالی دی ہے۔ پس تمہارے اس ایک آدمی کی غلطی کی وجہ سے حکام ایک عرصہ تک یہی دہراتے چلے جاتے ہیں کہ آپ کے آدمی نے بھی یہی بات کہی تھی۔ اور اس طرح ہماری ساری سکیم تم میں سے ایک شخص جوش میں آکر تباہ کر دیتا ہے۔ اور جب بھی کوئی ایسا موقع آتا ہے۔ کہ ہم سمجھتے ہیں۔ اب

ضرب لگانے کا وقت

ہے۔ ہماری جماعت کا کوئی شخص اپنی بیوقوفی سے اس ضرب کو اپنے اوپر لے لیتا اور بنی بنائی سکیم کو بگاڑ دیتا ہے۔ پس میں پھر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میری یہ باتیں سمجھنی مشکل نہیں۔ تم میں سے جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ یہ باتیں مشکل ہیں اور جلدی سمجھ میں نہیں آسکتیں وہ کوئی آٹھ دس سال کا بچہ میرے سامنے لے آئے۔ میں اسے یہ تمام باتیں سمجھا کر بتا دیتا ہوں۔ پھر اتنی وضاحت کے بعد بھی اگر تم لوگ نہ سمجھو۔ تو سوائے اس کے اور کیا معنے ہونگے کہ تم چاہتے ہی نہیں۔ کہ سمجھو اور میری باتوں پر عمل کرو۔ میں سوئے ہوئے کو تو جگا سکتا ہوں مگر جو جاگ رہا ہو۔ اور یونہی

آنکھیں بند کئے

پڑا ہوا ہو۔ اسے کس طرح جگا سکتا ہوں۔ اس کے متعلق تو میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ میں خدا سے ہی کہوں کہ

خدایا مجھے اس نادان دوست سے بچا

کہ یہ میرے کام میں روک بنا ہوا ہے۔

ماہ جون کے پہلے پیر کا روزہ اور دعا

احباب کی یاد دہانی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ماہ جون کا پہلا پیر سات جون کو ہوگا۔ جب کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے ارشاد کے مطابق تمام احمدیوں کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ اور مشکلات کے ازالہ کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ بالخصوص یہ دعا مانگنی چاہیئے۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم۔ یعنی اے خدا ہم دشمنوں کی گردنوں پر تیرے ہی ہتھیار چلانا چاہتے ہیں۔ اور ان کے شرور اور فتن سے تیری ہی حفاظت چاہتے ہیں۔ اے خدا تو ان کا کلی طور پر استیصال کر دے۔

مبلغ افریقہ کیلئے درخواست دعا

مولوی مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ کے ہر دو مقدمات کے اپیل کی سماعت ۱۱ جون ۱۹۳۷ء کو ہوگی احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں کامیابی عطا کرے

ناظر دعوت و تبلیغ ۔ قادیان

اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس کے عہدہ کیلئے بھرتی

ایسے امیدوار جو اضلاع لاہور- امرتسر- گورداسپور- شیخوپورہ- سیالکوٹ گوجرانوالہ لائل پور- اور منٹگمری کے رہنے والے ہوں- اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس کے عہدہ پر تقرر کے لئے درخواستیں بھیج سکتے ہیں- یہ تقرر دا پریل ۱۹۳۸ء میں عمل میں آئے گا- ان درخواستوں پر صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سنٹرل رینج لاہور اطلاع ہذا کی تاریخ اشاعت سے لے کر ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۷ء تک غور فرمائیں گے- درخواست دینے والوں کی عمر ۱۸ اور ۲۵ سال کے درمیان ہونی چاہیئے- یہ ضروری ہے کہ وہ نیک چلن جسمانی طور پر مضبوط اور چست اور چالاک ہوں- اس اسامی کے لئے کم سے کم تعلیمی معیار ایف اے یا دیگر مضامین میں اس کے مساوی کوئی سند یا ایچیسن چیفس کالج کا ڈپلومہ ہے- بلاواسطہ یا بالواسطہ سفارش پہنچانے والے امیدوار کی درخواست پر غور نہیں کیا جائے گا۔

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

وصیت نمبر ۵۷۹۵

منکہ رضا محمد ولد محمد عالم خاں قوم ٹانوری پیشہ درزی عمر تخمیناً ۴۲ برس تاریخ بیعت ۱۹۲۶ء ساکن ٹانوری ڈاکخانہ نو نیا تحصیل کنڈیارہ ضلع نوابشاہ سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰ر مارچ ۱۹۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔

زمین ۱½ ایکڑ ہے- جس کی قیمت ایک صد پچیس روپے ہے۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس زمین پر نہیں- بلکہ ماہوار تخمیناً دس روپیہ پر ہے- میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ⅒ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا- اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں- کہ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔

العبد رضا محمد ولد محمد عالم خان نشان انگوٹھا گواہ شد محمد الدین تعلیم خود سیکرٹری انجمن احمدیہ کمال ڈیرہ سندھ گواہ شد محمد موسیٰ احمد سیکرٹری تبلیغ کمال ڈیرہ سندھ

قادیان میں قابل رہن دوکانات و مکان

اسوقت قادیان میں مندرجہ ذیل جائدادیں قابل رہن ہیں

۱- احمدیہ چوک کے قریب چوک کان شیخ اسمٰعیل میں تین عدد دکانات پرانی بنی ہوئی ہیں- مگر نہایت باموقعہ ہیں- اور کبھی کرایہ دار سے خالی نہیں رہتیں- موجودہ کرایہ ۱۲ روپے ماہوار ہے- زر رہن ۱½ ہزار روپیہ

۲- اسی چوک میں چار عدد دکانات نئی اور پختہ بنی ہوئی قابل رہن ہیں- یہ دکانیں بھی کبھی کرایہ دار سے خالی نہیں رہتیں- اور نہایت باموقعہ ہیں- موجودہ کرایہ ۱۷ روپیہ آٹھ آنہ ماہوار ہے- زر رہن ۲۰۰۰ روپیہ-

۳- وہ عمارت جس میں اس وقت صدر انجمن احمدیہ کی لائبریری ہے- پختہ وسیع اور مرکزی عمارت ہے- موجودہ کرایہ ۲۵ روپیہ ماہوار ہے- زر رہن ۳۰۰۰ روپیہ ہے

۴- پختہ اور نیا بنا ہوا مکان جو دکانات مذکورہ ۲ کے اوپر ہے- اور نہایت صاف اور عمدہ عمارت ہے- یہ مکان اس وقت خود مالکان کے قبضہ میں ہے- جو ۲۵ روپیہ ماہوار تک کرایہ دینے کے لئے تیار ہیں- زر رہن ۳۰۰۰ روپیہ ہے۔

یہ جملہ جائداد اکٹھی اور علیحدہ علیحدہ ہر دو صورت میں لی جاسکتی ہے- نہایت محفوظ اور نفع مند موقعہ ہے- خواہشمند احباب مجھ سے خط و کتابت کریں- مرزا بشیر احمد قادیان

اخبار الفضل کا ہر ایک معزز خریدار سال بھر تک

رسالہ تعلیم الدین قادیان

¼ قیمت اور نصف قیمت پر حاصل کر سکتا ہے

اس بے نظیر علمی رسالہ کے مطالعہ سے آپ صرف ایک آنہ ماہوار خرچ کر کے ہر ماہ مندرجہ ذیل آٹھ علم قادیان کے جلیل القدر علماء کی شاگردی میں گھر بیٹھے سیکھ کر معلم اور مبلغ بن سکتے ہیں- انشاء اللہ تعالےٰ

۱- ترجمہ قرآن کریم بطرز اسباق معہ قواعد صرف و نحو از عالیجناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ۲- درس القرآن (غیر مطبوعہ) کے تفسیری نوٹ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۳- ترجمہ حدیث شریف معہ تشریح از حضرت علامہ میر محمد اسحٰق صاحب ۴- ترجمہ کتب عربی حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی ۵- ترجمہ درثمین فارسی از حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ ۶- فقہ احمدیہ (فتاویٰ حضرت مسیح موعود و حضرت خلیفہ اول و حضرت خلیفہ ثانی علیہم السلام ۷- صرف و نحو عربی از حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ۸- کارآمد طبی مجربات و صنعتی نسخہ جات از حضرت خلیفہ اولؓ و دیگر اطباء نامدار

۱- رسالہ کے خاتمہ پر ان آٹھ مضامین کی علیحدہ علیحدہ آٹھ کتابیں تیار ہو سکتی ہیں- ۲- کوئی استاد دس پندرہ روپیہ ماہوار لیکر اتنے علوم پڑھانے والا آپ کو ہرگز نہ ملیگا- ۳- تمام دنیا میں اس سے عمدہ- آسان اور سستا طریقہ علوم دین حاصل کرنے کا آج تک جاری نہیں ہوا- ۵- اگر آپ دو روپیہ دو آنہ بھیجکر رسالہ کے خریدار بن جائینگے- تو ۴ کی مندرجہ ذیل تین دواؤں کے علاوہ سال تک رسالہ مفت بھیجا جائے گا- ۱- سرمہ نور نظر ½ تولہ قیمتی ۱۰ر ۲- حب قبض دائمی و عارضی پچاس گولی قیمتی ۱۲ر ۳- سفوف اکسیر ہاضمہ ۶۰ خوراک قیمتی ۱۲ر مہربانی ۶- یا اگر آپ ۲ بھیجکر رسالہ کے خریدار بن جائیں- اور ایک سال تک رسالہ مطالعہ کرنے کے بعد تمام پرچے صحیح و سالم واپس کر دینگے- تو آٹھ آنہ کرایہ وضع کر کے ایک روپیہ آپ کو واپس کر دیا جائیگا لیکن قادیان سے باہر کے خریداروں سے چار آنہ محصولڈاک وضع کر کے ۱۲ر کی رقم واپس کر دیجائیگی

خادم جماعت احمدیہ حکیم عبداللطیف گجراتی منیجر رسالہ تعلیم الدین قادیان پنجاب

موتی سرمہ کی دھوم مچ گئی
قادیان کی بزرگ ہستیاں موتی سرمہ کو ہی ترجیح دیتی ہیں
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان مبارک موتی سرمہ کو ہی پسند فرماتا ہے
حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپکے موتی سرمہ کو استعمال کر کے بہت مفید پایا۔ گزشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بعض آپکا موتی سرمہ استعمال کیا مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا
حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے خاندان ذی الاحترام میں تو موتی سرمہ ہی مقبول ہے
کہ صاحبزادگان تحریر فرماتے ہیں۔ پچھلے دنوں عزیز عبد السلام کو آشوب چشم اور ککروں کی تکلیف تھی۔ اس سے قبل اور بھی کئی ایک ادویہ استعمال کی گئیں۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ لیکن آپ کا موتی سرمہ بہت مفید رہا۔ در حقیقت یہ بہت ہی قابل قدر چیز ہے۔
حضرت مولوی شیر علی صاحب بی اے ناظر تالیف و تصنیف
ڈاکٹر صاحبان موتی سرمہ کے ہی گیت گا رہے ہیں
جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب سپرنٹنڈنٹ کنٹونمنٹ فیروزپور چھاؤنی
سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "آپ کے موتی سرمہ کی خدا کے فضل و کرم سے فیروزپور میں دھوم مچ گئی ہے۔ میری آنکھیں قریباً جواب ہی دے چکی تھیں۔ خیال تھا۔ کہ موگہ جا کر آنکھوں کا علاج کراؤں۔ اچانک الفضل پڑھتے پڑھتے آپ کے اشتہار پر نظر پڑی منگوایا۔ استعمال کیا۔ سرمہ کیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے۔ میں تو کیا جس جس نے بھی استعمال کیا اس کے مسیحائی اثر کو دیکھ کر حیرت میں رہ گیا۔ براہ کرم سات تولہ سرمہ سات شیشیوں میں علیحدہ علیحدہ بذریعہ وی۔ پی بھیج دیجئے۔
جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب میڈیکل آفیسر انچارج نمبر ۱ اسٹیشن ہسپتال عدن
سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ سے جو موتی سرمہ منگوایا تھا۔ وہ ختم ہو چکا ہے۔ ایک تولہ اور بھیج دیجئے۔ یہاں پر اسی کی مانگ بہت زیادہ ہے بہتر ہو کہ آپ کسی لوکل تاجر سے خط و کتابت کر کے اسے مارکیٹ میں مشہور کریں۔ تجربہ سے اس قدر مفید ثابت ہوا ہے۔ کہ میں اپنے مریضوں کو صرف اسی کے استعمال کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اور نتائج نہایت خوشگوار رہتے ہیں۔
جناب ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب آئی۔ ایم۔ ڈی
جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب
جناب ڈاکٹر محمد عبد العزیز صاحب
جناب ڈاکٹر محمد انعام اللہ خان صاحب
حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب
حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل مدرسہ احمدیہ
جناب میر محمد اسحاق صاحب فاضل سپرنٹنڈنٹ پروفیسر احمدیہ کالج و ناظر ضیافت تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ککروں کی شکایت مدت سے تھی۔ رات کو مطالعہ سے خارش جلن پانی بہنا۔ یہ عوارض زور پکڑ جاتے تھے آپ کے موتی سرمہ نے مجھے بہت فائدہ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔
جناب ملک مولا بخش صاحب پریذیڈنٹ سمال ٹاؤن کمیٹی قادیان تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "میرے لڑکے کی آنکھوں کو بوجہ ککروں کے سخت تکلیف تھی۔ مدرسہ جاتا تو واپس آجاتا۔ کہ آنکھیں درد کرتی ہیں۔ ایک دوست ڈاکٹر نے عینک تجویز کر دی اس سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ بجلی سے ککرے جلانے پڑیں گے۔ اس ارادہ کی تکمیل کا خیال ہی تھا۔ کہ آپ کا اشتہار نظر پڑا۔ خیال ہوا کہ پہلے آپ کا موتی سرمہ استعمال کرا کے دیکھ لوں۔ چنانچہ ایک شیشی آپ سے منگوائی گئی۔ اس کے چند روزہ استعمال سے تمام عوارض جاتے رہے۔ اب وہ بغیر عینک کے باقاعدہ پڑھتا ہے۔ اب بفضل خدا اس کی آنکھیں بالکل تندرست ہیں۔ اور میں اس کے لئے آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔
جناب خواجہ غلام نبی صاحب چیف ایڈیٹر الفضل۔ ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کے الفضل میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میری والدہ صاحبہ کو جن کی آنکھوں میں خارش اور پانی بہنے کی شکایت تھی۔ آپ کا ساختہ موتی سرمہ استعمال کرایا گیا۔ اور چند ہی دنوں میں نمایاں فائدہ محسوس ہوا۔ اس طرح مجھے ذاتی طور پر اس سرمہ کے مفید اور فائدہ رساں ہونے کا علم ہوا۔ اور میں بڑی خوشی سے اسکا اظہار کرتا ہوں۔ تاکہ دوسرے ضرورتمند احباب بھی اس مفید چیز سے فائدہ اٹھائیں۔
جناب میڈیکل آفیسر صاحب چاہ بہار (ایران)
ضروری اطلاع دوستوں کو یہ بات خوب نوٹ کر لینی چاہیئے۔ کہ قادیان میں بہترین سرمہ موتی سرمہ ہی ہے جس کے اپنے بیگانے یکساں گیت گا رہے ہیں قیمت ایک تولہ کی شیشی دو روپے آٹھ آنے نصف تولہ کی ایک روپیہ چار آنے
منیجر نور اینڈ سنز۔ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

احباب وی پی کی وصولی کیلئے تیار رہیں

جن احباب کے نام قیمت کی وصولی کے لئے اخبار میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان سے گزارش ہے۔ کہ وہ تکلیف اٹھا کر بھی قیمت بذریعہ منی آرڈر یا معرفت دفتر محاسب ارسال فرما دیں۔ یا پھر وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں۔ کیونکہ کاغذ وغیرہ کی گرانی کی وجہ سے اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں۔ (مینیجر)

The Renowned Ayurvedic Physician

Pt. THAKUR DATTA SHARMA VAIDYA'S

AVOID IMMITATIONS.

अमृत धारा

स्वास्थ्य रक्षक है

امرت دھارا سب کی محافظ صحت ہے!

AMRITDHARA

नकली से बचो

AVOID IMMITATIONS.

نقلوں سے بچو

IS A PANACEA for THE WORLD

Obtainable Everywhere.

ADDRESS:—

AMRITDHARA LAHORE.

بلا اپریشن موتیا بند دور

کون نہیں جانتا کہ موتیا بند کی بیماری بہت موذی مرض ہوتی ہے۔ اس بیماری میں کئی سال تک پانی پکنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ تاکہ اپریشن کرایا جا سکے۔ اس لمبے انتظار کے بعد اگر اپریشن درست ہوا۔ تو آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ذرا کوئی نقص رہ گیا۔ تو آنکھیں ساری عمر کے لئے مصیبت بن جاتی ہیں۔

نیز بنی ہوئی آنکھیں بھی اکثر جلن دھندلاپن ڈھیلوں کے درد کا شکار بن جاتی ہیں۔ ان سب مرضوں اور خاصکر موتیا بند بغیر اپریشن اچھا کرنے کے لئے سالہا سال کے تجربہ کے بعد ہم نے یہ دوا جڑی بوٹیوں سے تیار کی ہے۔ چند روز میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ قیمت فی شیشی ایک ماہ کے لئے ایک روپیہ چار آنہ (عہ) تین ماہ کی دوائی کی قیمت تین روپے (عہ) علاوہ محصول ڈاک

نیز ہر قسم کی آنکھوں کا مشورہ بذریعہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کریں

ایس ایم عبداللہ معالج چشم۔ آنکھوں کا ہسپتال قادیان۔ پنجاب

یادگار بنگال

امرت بوٹی

امرت بوٹی قوت اور طاقت کا سرچشمہ کمزور اور نحیف جسموں کا مسیحا ہے۔ یہ نہ کستوری کا مرکب ہے۔ نہ عنبر اور سچے موتیوں کا مرکب ہے۔ اس میں نہ سونا ہے نہ چاندی۔ آسام و بنگال جنگل اور پہاڑ کی ۶۰-۷۰ بوٹیوں کا جوہر ہے۔ جن کو فارمیسی کے کارکن سخت محنت اور مشقت کے بعد خوبصورت گولیوں کے رنگ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ گولی کا وزن پہلے سے دو رتی زیادہ کر دیا گیا ہے۔

امرت بوٹی پانی کی طرح پتلی اور بہتی ہوئی منی کو شہد کی مانند گاڑھا کرتی ہے۔ اور ناقابل اولاد جراثیم کو قابل اولاد بناتی ہے۔ کمزوردل۔ نامردوں مجلوق شدہ مردوں کے لئے جام حیات ہے۔ اس کے استعمال سے جریان درد کمر۔ سرعت کمی حافظہ۔ نسیان۔ بواسیر۔ کثرت احتلام۔ خون کی کمی تمام امراض دور ہو جاتے ہیں۔ اس کا اثر تو چند ہی روز میں ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مگر بیماری کو دور کرنے کیلئے اکیس روز یہ دوائی استعمال کرائی جاتی ہے۔ مریض کے حالات لکھنے پر امرت طلا بھی روانہ ہوتا ہے۔ یہ طلا بے ضرر ہے۔ گرمی لا کر نسوں کا پانی خارج کر دیتا ہے۔ امرت بوٹی اکیس روز کے لئے عہ امرت طلا قیمتی کلاں عہ شیشی خورد قیمتی ۸ر

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب

"بچوں کی تربیت"

رؤسائے پنجاب میں کتاب کی مقبولیت

کتاب لاثانی اور قیمتی خیالات سے پُر ہے

عالیجناب سردار سندر سنگھ صاحب پنجاب چیفس ارشاد فرماتے ہیں:۔ میں نے کتاب بچوں کی تربیت مصنفہ ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم کا مطالعہ کیا ہے۔ اردو زبان میں اس قسم کی یہ پہلی کتاب ہے۔ ماسٹر صاحب نے اس کتاب میں بچوں کی تربیت کو والدین کیلئے بہت آسان کر دیا ہے۔ ملک کو اس قسم کی کتاب کی بے حد ضرورت تھی۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ نیکیوں کو سکھانے کے طریقے ایسے دلچسپ رنگ میں بیان کئے ہیں۔ کہ بے اختیار زبان سے مرحبا کی صدا نکلتی ہے میں ملک کے لوگوں سے اپیل کروں گا کہ اگر ان کو اپنی اولاد کی اصلاح کی فکر ہے۔ تو اس کتاب کو بہت جلد خریدیں۔ اور مطالعہ کریں۔

عالیجناب سردار کرتار سنگھ صاحب چیفس آف پنجاب تحریر فرماتے ہیں: کتاب بچوں کی تربیت۔ لاثانی اور قیمتی خیالات سے پُر ہے۔ حقیقت میں ماسٹر صاحب موصوف نے ملک پر ایک احسان کیا ہے۔ پڑھی لکھی عورتوں کے لئے یہ کتاب ایک نعمت ہے۔ اولاد والے گھر میں اس کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ کتاب ملک میں عام شہرت حاصل کرے گی۔

ابراہیم عادل گلی بدر رو کلاں۔ گوجرانوالہ

جھنگ مگھیانہ کے مشہور کھیسو کا کارخانہ

نہایت ہی اعلیٰ خوبصورت پائیدار مختلف رنگوں اور نمونہ کے کھیسوں کا سٹاک موجود ہے۔ احباب کرام آرڈر دے کر احمدیہ کارخانہ سے فائدہ اٹھائیں۔ مال حسب منشا اور رعائتی قیمت پر ارسال خدمت ہوگا۔ نوٹ:۔ ریلوے سٹیشن اور ڈاکخانہ کا پورا پتہ تحریر فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

قاضی غلام حسن احمدی متصل مسجد احمدیہ خطیب مسجد احمدیہ مگھیانہ جھنگ پنجاب

تریاق چریان

دھات۔ رقت۔ تبخیر وغیرہ کو دور کرنے کی اکسیر دوا ہے۔ زیادہ چلنے سے تھک جانا۔ زیادہ لکھنے پڑھنے سے آنکھوں میں اندھیرا سا معلوم ہونا۔ دیر تک کام کرنے سے طبیعت کا گھبرانا۔ مضمحل رہنا۔ دور۔ دکمر۔ پنڈلیوں کا اینٹھنا۔ الغرض انتہائی کمزوری ہونا۔ جملہ شکایات دور کرکے از سر نو جوان خوش و خرم بنانا اس کا کام ہے۔ معجزہ دستو بہودہ دوا ہے۔ جس کا صدہا مریضوں پر تجربہ ہوچکا ہے۔ کبھی غیر مفید ثابت نہیں ہوئی۔ امید کہ آپ تجربہ فرمائیں گے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

اکسیر سوزاک

۲۴ گھنٹہ میں جلن پیپ خون بند کرتی ہے۔ کیا اس قدر سریع التاثیر دوا دنیا میں اور کوئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ضرور تجربہ کیجئے۔ اگر آپ ہزار ہا ادویات استعمال کرچکے ہیں۔ تو میں آپ کو رائے دیتا ہوں کہ اکسیر سوزاک ضرور استعمال کریں۔ اس سے پرانے سے پرانا سوزاک بیس سال تک کا دفعہ ہوجاتا ہے۔ اور اس پر خوبی یہ ہے۔ کہ تاعمر پھر عود نہیں کرتا۔ آپ کیوں اس موذی مرض سے پریشان ہیں۔ اور اپنی نسل برباد کر رہے ہیں۔ اکسیر سوزاک کا استعمال کیجئے۔ قیمت دو روپیہ (عہ)

نوٹ:۔ اگر فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس۔ فہرست دواخانہ مفت منگوا لیجئے۔ کیا ایک عالم سے بھی جھوٹے اشتہار کی امید ہے۔

پتہ

حکیم مولوی ثابت علی محمود نگر نمبر ۵ لکھنؤ

جبکہ کتاب پڑھتے پڑھتے

آپکا سر چکرا گیا اور آنکھوں تلے اندھیرا آگیا ہو تو

سرموں کا سرتاج سرموں کا سرتاج

قادیان کا تاریخی مشہور عالم اور بے نظیر

تحفہ

سرمۂ نور

رجسٹرڈ

دنیا میں استعمال فرمائیے

اس سرمہ کا ڈنکا بڑی دھوم دھام سے بج رہا ہے۔ جو ڈاکٹر۔ اطبا۔ رؤسا۔ امراء اہالیان عوام کو گرویدہ بنا رہا ہے۔ جملہ امراض چشم میں مفید اور بصیر ثابت ہوچکا ہے

ضعف بصر۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ پھولا۔ ککرے۔ نگوہنجنی۔ پڑبال۔ اندھراتا۔ خارش۔ سرخی۔ پانی بہنا۔ ناخونہ۔ ابتدائی موتیابند۔ سفیدی چشم۔ گندی لیپ۔ اور رطوبت وغیرہ وغیرہ

کیلئے تریاق ہے۔ غرض تاثیر کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بے نظیر

فی تولہ دو روپے — چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ: مینیجر شفاخانہ رفیق حیات منارہ والی مسجد قادیان پنجاب

باسمہٖ سبحانہٗ

قوت کی دوائیں گرمی کے موسم کے لئے بھی ہیں

یہ خیال کہ مقوی غذائیں اور مقوی دوائیں جو فائدہ سردی کے موسم میں کرتی ہیں۔ دوسرے موسم میں نہیں کرتیں۔ ایک حد تک صحیح ہے۔ مگر کلیتہً صحیح نہیں۔ کیونکہ گرمی کے موسم کیلئے بھی ایسی دوائیں ہیں جنہیں جسمانی قوتوں کی پرورش کیلئے اور جسمانی کمزوریوں کو دور کرنے کیلئے گرمی اور برسات کے موسم میں اسی قدر کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جسقدر کہ موسم سرما میں ہماری مفرح یاقوتی۔ مارالحم خاص۔ فرسیمو ساحب روح الذہب۔ نبیذ عنبری وغیرہ پہاڑی علاقوں اور سرد ملکوں میں مفرح یاقوتی کے استعمال کیلئے موسم کی کوئی قید نہیں۔ ہاں گرم موسم گرم آب و ہوا گرم مزاج اشخاص کیلئے یہ صرف سردیوں میں استعمال ہوسکتی ہے۔ گرمی کے موسم میں قوت اور صحت کیلئے ہماری عنبرین اور خمیرہ زمردی ایک خاص اور ممتاز تحفہ ہے۔

عنبرین

شادی اور شادمانی کیلئے زندگی بخش جام

ایک نئی اور عجیب سائنٹیفک ایجاد

عنبرین کے اجزاء بہت قیمتی ہیں یہ طبور کے دماغ ان کے سنامع انثیین اور بیش قیمت ادویہ عنبر کلیسیم گلیسرو فاسفیٹ اور وٹیمین (جوہر حیاتین) کی سائنٹیفک روح ہے۔ اعضائے رئیسہ وار واح کی قوت حفاظت اور قیام نسب اس کا اصل کام ہے۔ آپ عنبرین کے استعمال سے گرم ملک میں رہ کر بھی دماغ کو قوی جوانی کو قائم اور صحت کو بحال رکھ سکتے ہیں۔ یہ قلیل مقدار میں ایک چمچہ چائے کے برابر شربت کے طور پر دودھ میں ملاکر پی جاتی ہے۔ گرمی کے موسم میں جو لوگ قوت انسانی کی ایسی دوا ڈھونڈتے ہیں۔ جو قلب میں فرحت اور دماغ میں ٹھنڈک پہنچائے اور مقوی بھی ہو۔ یہ دوا ان کا مقصد خاطر خواہ طور پر پورا کرتی ہے۔ اور خاص طور پر انہیں کیلئے ہے۔ اس حیرت انگیز مقوی دوا میں صحت اور طاقت کا راز پنہاں ہے۔ جلدی ہی آپ میں زندہ دلی اور قوت انسانی پیدا ہو جائے گی عنبرین کے چند دن کے استعمال کے بعد ہی آپ خود کو نوجوان اور خوش و خرم محسوس کرنے لگیں گے۔ ضعف کمزوری انفلوائنزا۔ ضعف دل عصبی کمزوری تکان دماغی ضعف سر کھاری رہنا نیند نہ آنا۔ لاغری گردہ۔ ضعف مثانہ وغیرہ کے لئے یہ اکسیر اعظم ہے۔ نفیس لذیذ۔ خوش ذائقہ اور قوت بخش ہے۔ دماغی کام کرنے والے اس دوا کو نہایت عزیز رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ تھکے ہوئے دماغ کو تر و تازہ کرتی اور دماغ کو ضعیف اور کمزور نہیں ہونے دیتی۔ دماغ کے علاوہ دل کو بھی بہت قوت دیتی ہے۔ قیمت فی شیشی جو ایک ماہ کیلئے کفایت کرتی ہے۔ چار روپے آٹھ آنے علاوہ محصولڈاک۔

خمیرہ زمردی

اس زمردی عنبری جواہری خمیرے میں دل و دماغ جگر اور تمام اعضائے رئیسہ کو قوت دینے والے میووں اور پھلوں کا عرق نکال کر اور اس کے ساتھ نفیس اور مناسب دواؤں کا جوہر کھینچ کر تمام قیمتی جواہرات موتی عنبر یاقوت زمرد نیلم پکھراج فیروزہ مرجان لعل یشب۔ کافوری ورق نقرہ زرجہرہ خطائی ورق طلاء وغیرہ کی آمیزش کی گئی ہے۔ اور اس کا قوام مصری کی بجائے انگوروں کی کھانڈ سے بنایا گیا ہے۔ اس کی ایک ہی خوراک گرمی کے اثر کو دور کرکے قلب اور دماغ میں ٹھنڈک فرحت اور قوت پیدا کرتی ہے۔ دماغ تر و تازہ رہتا۔ قوت بڑھتی طبیعت شاداں دماغ قوی اور تمام اعضائے رئیسہ توانا رہتے ہیں۔ دل کی دھڑکن کمزوری بے چینی۔ گھبراہٹ۔ قلق و اضطراب کم طاقتی کے لئے یہ دوا تاثیر کا طلسم ہے۔ چنانچہ دل کا اچھلنا نبض کا زور سے چلنا سینے کا جلنا اس سے موقوف ہو جاتا ہے۔ دل کے علاوہ امراض دماغی پر اس کا نہایت شاندار اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ سر کا چکرانا۔ دماغ بھاری رہنا۔ دماغی توحش اور دیگر دماغی عوارض اس کے چند روزہ استعمال سے رفع ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہی معدہ و دیگر اعضائے اندرونی کو بھی اس سے خاص تقویت پہنچتی ہے۔ چنانچہ کثرت خون حیض نے کثرت عطش اور دیگر نسوانی عوارض میں بھی ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی مفید شے ہے۔ جس کو دور حاضرہ کی تمام عالمگیر دماغی ذہنی قلبی تکالیف کیلئے ہم نہایت فخر کے ساتھ بطور تحفہ پیش کرتے ہیں۔ آپ گرم آب و ہوا اور گرم ملک میں رہ کر بھی ہر قسم کی وبائی دماغی قلبی جسمانی امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ خوراک ۲ ماشہ قیمت فی شیشی جس میں پانچ تولہ دوائی ہوتی ہے۔ تین روپے بارہ آنے۔

دواخانہ مرہم عیسیٰ حکیم محمد حسین بیرون دہلی دروازہ لاہور سے طلب کریں

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

ٹورس (فرانس) ۳ جون۔ آج ڈیوک آف ونڈسر سابق شاہ انگلستان اور مسز وارس وارفیلڈ (مسز سمپسن) کے درمیان شادی کی رسم ادا کی گئی رسم تاج پوشی کے بعد مسٹر کنگبیٹ و شادی کی چار نقول لندن میں رجسٹریشن کے لئے برطانوی قونصل کو دیدی گئیں۔

بمبئی ۲ جون۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ کامل ۲۴ گھنٹہ کے امن و سکون کے بعد آج رات کے آٹھ بجے کے قریب پھر اکا دکا حملے شروع ہو گئے۔ فساد زدہ علاقوں میں ۸ اور ۹ بجے کے درمیان نصف درجن اشخاص زخمی ہو گئے۔ اور انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ ایک دو مقامات پر خشت باری بھی کی گئی مگر پولیس کی بر وقت آمد سے فساد بڑھنے نہ پایا۔

امرتسر ۲ جون۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ خالصہ کالج کے پانچ پانچ ہڑتالی طلبا پر مشتمل دو جتھے آج سنگا ڈلوں کے حلقوں کو توڑ کر کالج میں زبردستی داخل ہو گئے۔ جس کے باعث سخت ابتری پھیل گئی۔ کالج کے عملہ نے اپنے ایک اجلاس میں متفقہ ارادے سے ان طلبا کا نام خارج کر دینے کا فیصلہ کیا۔ جنہوں نے آج شورش بپا کی تھی۔ حالات خطرناک صورت اختیار کر رہے ہیں۔

نیویارک ۲ جون۔ امریکہ کی ایک ریاست نیو جرسی میں پندرہ لاکھ مزدوروں نے سٹ ڈاؤن سٹرائک کر دی ہے گورنر علاقہ نے مزدوروں کے تمام جلسوں اور جلوسوں پر پابندیاں عاید کر دی ہیں۔ کئی ایک مقامات پر ہڑتالیوں اور فوج میں خونریز جنگ ہوئی۔ مجروحین اور مقتولین کی تعداد ۵۰۰ بیان کی جاتی ہے۔

نیویارک ۲ جون۔ نیو لنڈن کے ایک سکول میں گیس کے سلنڈر پھٹ گئے۔ جس کی وجہ سے تمام عمارت پاش پاش ہو گئی۔ ۵۰۰ طالب علم اور اساتذہ عمارت کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔

بمبئی ۲ جون۔ آئینی تعطل کے سلسلہ میں "ٹائمز آف انڈیا" کے نمائندہ کو گاندھی جی نے جو بیان دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کانگرس اپنی بلند فضاؤں سے اتر کر نیچے آ رہی ہے چنانچہ انہوں نے کہا اگر گورنر اس بات کو منظور کر لے۔ کہ اختلاف کی صورت میں وہ وزراء کو علیحدہ نہیں کرے گا۔ بلکہ ان سے استعفیٰ طلب کرے گا۔ تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔ نیز کہا۔ اس مطالبہ سے کانگرس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ حکومت برطانیہ کے خلوص نیت کا امتحان کیا جائے۔ کہ کیا وہ کانگرس کو بر سر اقتدار دیکھنا چاہتی ہے یا نہیں بیان جاری رکھتے ہوئے انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا۔ کہ وائسرائے کو چاہیئے کہ وہ آئینی تعطل کو دور کرنے کے لئے صدر کانگرس سے ملاقات کریں۔

شملہ ۲ جون۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ۲۳ مارچ۔ ۴ اپریل اور ۱۸ اپریل کی ژالہ باریوں کی وجہ سے تباہ شدہ علاقوں میں ۶۰۰ میل کا دورہ کرنے کے بعد کل وزیر زراعت پنجاب یہاں پہنچے معلوم ہوا ہے۔ کہ متاثرہ علاقوں کے زمینداروں کے لئے ۹۰ ہزار من بیج مہیا کئے گئے۔ اور مجموعی طور پر ۲۳ لاکھ روپیہ مالیہ معاف کیا گیا۔

حیدر آباد (دکن) ۲ جون۔ آصف آباد سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ آصف آباد کے سرکاری خزانہ کے عرب محافظوں اور پولیس کے درمیان زبردست تصادم ہو گیا جس کے نتیجہ میں طرفین کے متعدد اشخاص مجروح ہوئے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ گیارہ عرب ۲۶ مئی کی شام کو ایک مقامی سرکس دیکھنے گئے اور مفت داخلہ کا مطالبہ کیا۔ لیکن منتظمین سرکس نے انکار کر دیا۔ عربوں نے اصرار کیا۔ اور تشدد کرنے کی دھمکی دی۔ اس پر منتظمین نے پولیس کو بلا لیا۔ عربوں نے پولیس پر حملہ کر دیا۔ اور لڑائی میں لاٹھیوں اور پتھروں کا آزادانہ استعمال کیا۔ پولیس نے عربوں پر لاٹھی چارج کرنے کے بعد انہیں گرفتار کر لیا۔

بنوں ۲ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ رزمک روڈ جو ٹریفک کے لئے بند کر دی گئی تھی۔ کل سے کھول دی جائے گی۔ بشرطیکہ رات کے وقت کوئی ناخوشگوار حادثہ رونما نہ ہو گیا۔ لاریاں سامان سے لدی ہوتی ہیں۔ اور اس انتظار میں ہیں۔ کہ سڑک کھلے تو روانہ ہو جائیں۔

سنگاپور ۲ جون۔ سنگاپور میں برطانی حربی استحکامات بڑے وسیع پیمانہ پر ہو رہے ہیں۔ بحری طاقت میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اور بحری فوج کی خاص پلٹنیں تیار کی جا رہی ہیں۔ یہ تمام تیاریاں رازداری سے عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ آج کل بحر الکاہل تین بڑی طاقتوں کی فوجی تیاریوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ فلپائن میں امریکہ قلعہ بندی کرنے میں مصروف ہے۔ اور جاپان جزائر فارموسا میں اپنی بحری قوت جمع کر رہا ہے۔

بلگریڈ ۲ جون۔ یوگوسلاویہ اور اطالیہ کے درمیان پانچ سال کے لئے معاہدہ ہوا ہے جس کی رو سے اطالیہ اور یوگوسلاویہ جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے دونوں ممالک کی سرحدات کی حفاظت ہر دو حکومتوں پر لازم ہو گا۔ اگر کسی بین الاقوامی پیچیدگی کے وقت دونوں حکومتوں کے مفادات متصادم ہو جائیں تو دونوں ثالثی کے ذریعہ اس کا فیصلہ کرائیں گے۔

انگورہ ۲ جون۔ فرانسی سفیر مقیم انگورہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ مقام مسرت ہے۔ کہ ترکی۔ شام۔ اور فرانس کے درمیان جو اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ دور ہو گئے ہیں۔ اور تینوں ملکوں میں معاہدہ ہو گیا ہے۔

راولپنڈی ۲ جون۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ارسل کوٹ کے غار سے فقیر ایپی کا روانہ ہو جانا توری خیل قبائل میں بد دلی پھیل جانے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ حکومت سے صلح کی درخواست کر رہے ہیں۔ قبائل جنہیں ایک جرگہ منعقد کرنے کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ اس وقت تل برج کے مشرق کی طرف پالنگا میں جمع ہو کر صلح کی شرائط پر غور کر رہے ہیں کل بھی جرگہ جاری رہے گا۔ ایک سرکردہ توری خیل ملک خان شاہد ادرخان کل میران شاہ میں دیکھا گیا۔ جو صلح کے امکانات پر مسرت کا اظہار کر رہا تھا ملک نے پولیٹیکل حکام سے ملاقات کی تو سب نے یہی کہا۔ کہ صلح کی گفتگو کرنے سے پہلے تمام اغوا کردہ اشخاص واپس کر دئے جائیں۔

لنڈن ۲ جون۔ ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام لارڈ لوتھین کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں تقریر کرتے ہوئے سر سپرو نے کہا۔ کہ ہندوستان میں موجودہ طریق تعلیم سخت ناقص ہے۔ ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ کی بڑھتی ہوئی بیکاری کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نصاب تعلیم بالکل بدل دیا جائے۔ ہندوستان کو ایسے نصاب تعلیم کی ضرورت ہے

نارتھ ویسٹرن ریلوے

یکم جون سے ٹائم ٹیبل میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں گی *

نمبر شمار	نمبر گاڑی	جس سٹیشن سے روانہ ہوگی	وقت روانگی	جس سٹیشن کی طرف جائیگی	وقت آمد
۱	۱۲۵ اَپ (درمیانہ اور سوم توسیع یافتہ)	پٹھانکوٹ	۴-۲۰	جوگندر نگر	۱۳-۲۵
۲	۳۳۱ اَپ	پٹھانکوٹ	۱-۰۰	بیج ناتھ پاپرولا	۱۹-۳۳
۳	۳۳۳ اَپ	پٹھانکوٹ	۲۲-۳۰	جوگندر نگر	۷-۱۲
۴	۳۳۲ ڈاؤن	بیج ناتھ پاپرولا	۵-۴۰	پٹھانکوٹ	۱۳-۴۰
۵	۱۲۶ ڈاؤن (درمیانہ اور سوم توسیع یافتہ)	جوگندر نگر	۸-۲۰	پٹھانکوٹ	۱۶-۵۷
۶	۳۳۴ ڈاؤن	جوگندر نگر	۱۷-۱۵	پٹھانکوٹ	۲-۲۱
۷	۴۰۰ ڈاؤن	نواں شہر دوآبہ	۱۷-۵۰	جیجوں دوآبہ	۱۹-۱۰

درمیانی سٹیشنوں کے اوقات کے لئے متعلقہ سٹیشن ماسٹروں سے اطلاع حاصل کرنی چاہیئے۔

چیف آپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی